گفتگو کا سلیقہ

ڈاکٹر عصام العماد

مترجم: مرزا محمد جواد

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

ACC No.................Date..........
Section.....................Status..........
D.D. Class..................................
NAJAFI BOOK LIBRARY

15055
ACC No. 102725 Date 12/11/08
Section متفرق مدرسی Status..........
D.D. Class..................................
NAJAFI BOOK LIBRARY

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے"

قال رسول الله ﷺ: "انی تارک فیکم الثقلین، کتاب الله، وعترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلّوا ابدا وانهما لن یفترقا حتّیٰ یردا علیّ الحوض".

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت اہل بیت (علیہم السلام)، اگر تم انھیں اختیار کئے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔

(صحیح مسلم: ۷/۱۲۲، سنن دارمی: ۲/۴۳۲، مسند احمد: ج ۳، ۱۴، ۱۷، ۲۶، ۵۹. ۴/۳۶۶ و ۳۷۱. ۵/۱۸۲، اور ۱۸۹، مستدرک حاکم: ۳/۱۰۹، ۱۴۸، ۵۳۳. وغیرہ.)

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

گفتگو کا سلیقہ

گفتگو کا سلیقہ

ڈاکٹر عصام العماد

مترجم: مرزا محمد جواد

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

Imad, Isam Ali Yahya
عماد، عصام
[المنهج الجدید و الصحیح فی الحوار مع الوهابیین... اردو]
گفتگو کا سلیقه / عصام العماد؛ مترجم مرزا محمد جواد؛ تصحیح محمد کامل. -- قم.
مجمع جهانی اهل بیت (ع)، ۱۴۲۷ ق. - ۲۰۰۶ م- ۱۳۸۵.
۱۳۹ ص.

ISBN 964-529-047-3

فهرستنویسی بر اساس اطلاعات فیپا.

اردو.

۱. وهابیه -- دفاعیه‌ها و ردیه‌ها. ۲. شیعه -- عقاید -- دفاعیه‌ها و ردیه‌ها. الف. جواد، مرزا محمد، مترجم. ب. کامل، محمد، مصحح. ج. مجمع جهانی اهل بیت علیهم السلام. د. عنوان: المنهج الجدید و الصحیح فی الحوار مع الوهابیین، اردو.

BP ۲۰۷/۶/ع ۸ م ۸۰۴۶ ۲۹۷/۴۱۶

۱۳۸۵

کتابخانه ملی ایران م۸۵-۵۰۸۱

نام کتاب: گفتگو کا سلیقہ

مؤلف: ڈاکٹر عصام العماد

مترجم: مرزا محمد جواد

تصحیح: محمد کامل

نظر ثانی: سید حمید الحسن

پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ

کمپوزنگ: ابو زینب

ناشر: مجمع جہانی اہل بیت (ع)

طبع اول: ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ء

تعداد: ۳۰۰۰

مطبع: لیلا

ISBN: 964-529-047-3
WWW.ahl-ul-bayt.org
info@ahl-ul-bayt.org

انتساب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس کتاب کو اپنے پدر بزرگوار علی یحییٰ العماد کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن کے علم و دانش اور طریقۂ کار سے میں مالا مال ہوا۔ وہ پدر کہ جو خیالی نہیں بلکہ ایک حقیقی مسلمان تھے جن کا طریقۂ کار قرآنی اصولوں پر استوار تھا جنھوں نے مسلمانوں کی مشکلات کو حل کرنے اور الٰہی آیات کے سایہ میں بچوں کی تربیت میں بے حد کوششیں کیں۔

عصام العماد

فہرست

عنوان .... صفحہ نمبر

۔حرف اول.......................................۱۳
۔عرض ناشر......................................۱۷
۔عرض مترجم.....................................۲۱
۔پیشگفتار...۲۷
۔مذہب امامیہ کو وہابیت کے لئے کس طرح پیش کیا جائے؟.....۳۴
۔پہلا مرحلہ: مذہب امامیہ کی وابستگی کے لحاظ سے شناخت.......۳۴
۔دوسرا مرحلہ: مذہب امامیہ کی دقیق شناخت...................۳۶
۔تیسرا مرحلہ: مذہب امامیہ کی بنیادی شناخت...................۳۶
۔مذہب امامیہ کی خصوصیات.............................۳۷

۔ پہلا مرحلہ: مذہب تشیع کا غلو سے کوئی ربط نہیں..................۴۲

۔شیعہ شناسی کے مختلف مطالعاتی طریقے..................۵۴

۔مرحلۂ اول کے نتائج..................۶۲

۔وھابیوں کے انحراف کی دلیلیں..................۶۳

۔مشکل خلط کے منفی اثرات..................۶۸

۔وھابیوں کے اشتباہات کا تاریخی پس منظر..................۷۲

۔وھابی مصنفین کی تقسیم بندی..................۷۷

۔وھابیوں کا معنائے غلو سے آگاہ نہ ہونا..................۸۳

۔کلمۂ غلو کے مفہوم کی وسعت کا انجام..................۸۸

بعض اعتقادی مسائل پر شورش..................۸۸

۔اعتقادی مسائل میں خبر واحد سے استفادہ..................۸۹

۔غلو اور غالیوں کے متعلق امامیہ نظریہ..................۱۰۶

دوسرا مرحلہ: امامیہ کی تحلیلی شناخت..................۱۱۱

۔تشیع کے نزدیک، الوہیت ونبوت کی حقیقت..................۱۱۲

۔امامیہ مذہب میں شریعتوں اور احکام کی حقیقت..................۱۱۳

۔امامیہ مذہب کے اہداف..................۱۱۴

۔تشیع میں بعض رائج مفاہیم..................۱۱۴

۔تیسرا مرحلہ: مذہب امامیہ کی بنیادی شناخت.............. ۱۱۷
۔امامیہ مذہب کے منابع................................ ۱۱۷
۔مذہب تشیع میں امامت کی حقیقت........................ ۱۱۸
۔مذہب تشیع کا تشخص.................................. ۱۲۴
۔تشیع کے وجود میں آنے کی دلیلیں......................... ۱۲۷
مذہب امامیہ کی خصوصیات کو وھابیوں کے لئے کس طرح پیش کریں.... ۱۲۸
۔پہلی خصوصیت: اہل بیتؑ اطہار کے متعلق مذہب امامیہ کا معتدل رویہ.... ۱۲۹
۔دوسری خصوصیت: صحابہ کے متعلق تشیع کا واقع بین ہونا...... ۱۳۰
۔تیسری خصوصیت: غیبت امام زمانہؑ........................ ۱۳۳
۔مستقبل شیعوں کے لئے.................................. ۱۳۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ

تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل و آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگر چہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشتپناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام وقرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور

ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچا دی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے

تیار کیا جا سکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، فاضل علاّم آقای ڈاکٹر عصام العماد کی گرانقدر کتاب گفتگوی بی ستیز کو فاضل جلیل مولانا مرزا محمد جواد نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

عرض ناشر

حقیقت میں عشق ایک ایسا راستہ ہے جو عاشقان نور کو اپنی طرف جذب کر کے انھیں حقیقت کی آغوش تک پہنچاتا ہے اور پروردگار عالم کی خوشنودی کا سبب بنتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ راستہ سختیوں اور حساس پیچ وخم سے مملو ہے. اس راستہ پر چلنے والے صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے صبر کا پیمانہ وسیع اور فکر میں استقامت ہو. اس سخت وخوفناک سفر کو طے کرنے کے لئے ایک ایسے مرکب کا ہونا ضروری ہے جو حقیقت کا سفر کرنے والوں اور عاشقان نور کو مشکلات اور طوفان میں گرفتار ہونے سے بچائے۔

بے شک حقیقت جوئی کے اس پر خطر سفر میں (بالخصوص جہاں مذہب حق کی بات درپیش ہو) جذبات واحساسات کے بجائے عقل وخرد سے کام لینا ضروری ہے. اور اس مقام پر گنجائش نہیں کہ ہم حق وحقیقت کے بارے میں کچھ کہہ سکیں چونکہ یہ کتاب خود حق وحقیقت کو پہچنوانے کے لئے ایک مفید نمونہ اور زندہ مثال ہے جس میں حقیقت جوئی کے پر پیچ وخم سفر کو پیش کیا گیا ہے۔ لہٰذا الگ سے اس موضوع پر بحث کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

کسی بھی کتاب کے علمی معیار کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کتاب کے

مصنف کی موضوع پر مہارت اور تجربہ کا اندازہ لگائیں، تو اس کتاب کی اہمیت دوچندان ہو جاتی ہے اور یہ دو خصوصیتیں (موضوع پر مہارت، تجربہ) اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر سید عصام میں بخوبی پائی جاتی ہیں۔

شیعہ اور اہل سنت کے لئے ڈاکٹر عصام ایک ایسے دانشور ہیں جو سالہا سال دینی علوم سے وابستہ تھے اور آپ نے حقیقت کی تلاش میں کافی تجربات بھی حاصل کئے۔

یہ وہی متعصب وہابی ہیں کہ جنھوں نے خود کو وہابیت کی ظلمتوں سے نجات دلا کر اپنے عقیدہ و فکر کو اہل بیت علیہم السلام کے نورانی کارواں سے منسلک کرلیا، گرچہ پہلے بھی سیادت کی بنا پر اس نورانی کارواں سے منسلک تھے۔

انھوں نے حقیقت جوئی کے اس سفر میں بے شمار تجربات حاصل کئے جن کی طرف قارئین محترم مطالعہ کے دوران متوجہ ہوں گے، ڈاکٹر عصام کا یہ طویل تجربہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔

یمن کا سنی معاشرہ آپ کو شہر صنعا کی مسجد میں امام جماعت اور ایک مدرس کی حیثیت سے جانتا تھا یہ وہی طالب علم تھے کہ جنھوں نے قاضی احمد سلامہ محمد بن اسماعیل عمرانی اور ڈاکٹر الوہاب دیلمی جیسے یمن کے بزرگ وہابی علماء کے سامنے زانوے ادب تہہ کیا اور اس کے بعد فن حدیث میں ریاض کی ابن سعود ریاض کی یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور آہستہ آہستہ سعودی عرب کے بزرگ مفتی ابن باز کے نزدیک حاضر ہونے کی اجازت حاصل کی جن سے متاثر ہوکر آپ نے شیعیت کے خلاف سخت موقف اختیار

کیا اور آپ کا شمار شیعیت کے سخت ترین دشمنوں میں ہونے لگا۔

لیکن پروردگار عالم مومنین کا سرپرست ہے اور انھیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف ہدایت کرتا ہے۔[1] اور خدا جس چیز کا ارادہ کر لے اسے انجام دیتا ہے۔[2] خدا کی طرف سے ہدایت وتوفیق کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ ان کا کٹر وھابی دل نرم ہونے لگا اور وہ چشمۂ حقیقت سے سیراب ہوئے. سب سے پہلے ڈاکٹر عصام عماد اہل سنت کے ان ضعیف اقوال کی طرف متوجہ ہوئے جو علم رجال میں جرح وتعدیل کی بحث سے مربوط ہیں اور اسی مقام پر آپ نے سنی علماء کے فکری انحراف کو بہت ہی قریب سے محسوس کیا. یہی وہ پہلا قدم تھا جسے ڈاکٹر عصام نے حق وحقیقت کی تلاش میں اٹھایا۔

اس مقام پر مصنف کے متعلق مزید گفتگو کی گنجائش نہیں چونکہ خود مصنف نے اس کتاب میں اپنے متعلق واقعات کو بیان کیا ہے مصنف کی اس کتاب اور دوسری کتابوں اور مناظروں کا مقصد مذہب امامیہ کے اعتقادات کو صحیح اور مناسب طور پر سنی حضرات سامنے پیش کرنا ہے تاکہ وہ بھی مذہب اہل بیت سے منسلک ہو کر تمام مسلمانوں میں اتحاد اور گفتگو کی راہ پیدا کریں، انشاء اللہ ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ ایک دن مسلمانوں کا یہ آپسی اختلاف ختم ہو جائے گا (الٰہی آمین)

....

(۱) سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۷

(۲) سورۂ حج، آیت ۱۴

اب سوال یہ ہے کہ اس کتاب کو لکھنے میں جس روش کو مصنف نے انتخاب کیا ہے وہ کس حد تک قارئین کے لئے مؤثر واقع ہوگی؛ ہم معتقد ہیں کہ ڈاکٹر عصام العماد اس روش میں موفق اور کامیاب رہے ہیں لہٰذا قارئین سے گذارش ہے کہ وہ اپنی نیک آراء سے ہم کو مستفیض فرمائیں۔

نوٹ: یہ عرض ناشر فارسی ترجمہ سے مربوط ہے۔

مؤسسہ معارف اسلامی کوثر

قم

عرض مترجم (نسخہ عربی)

بلاشک وشبہ، امت اسلامی میں اتحاد ایک مطلوب امر ہے ابتدائے اسلام ہی سے، بلکہ دین اسلام کے اصلی متون، یعنی قرآن و احادیث میں بھی اتحاد کے لئے تاکید کی گئی ہے۔

لیکن زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے کلمات کی طرح، کلمۂ وحدت کے مفہوم میں بھی تبدیلی واقع ہوئی، یہاں تک کہ دور حاضر اس کے جو مفہوم مراد لیا جارہا ہے وہ اس کے ماضی کے معنی سے بالکل الگ اور بے گانہ ہے۔

جیسا کہ علم، امامت، خلافت، حکمت، زہد، جیسے کلمات میں بھی اس قسم کی تحریفات واقع ہوئی ہیں اور دور حاضر میں کلمۂ وحدت کو مندرجہ ذیل معانی میں استعمال کیا جاتا ہے:

۱۔ وحدت یعنی مخالفین کے مقابلہ میں سکوت اختیار کرتے ہوئے ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا علمی مناظرہ نہ کیا جائے۔

۲۔ وحدت یعنی تمام مذاہب حق پر ہیں۔

۳۔ وحدت یعنی اس بات پر عقیدہ ہو کہ روز قیامت نجات صرف اور صرف

امامیہ مذہب سے مخصوص نہیں۔

۴۔ وحدت یعنی بعض شیعی عقائد اور مذہبی متون میں نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۵۔ وحدت یعنی مسلمانوں کے اختلاف کو اجتہادی سمجھا جائے۔

۶۔ وحدت یعنی تمام صحابہ کی تائید کی جائے۔

وحدت کے متعلق اہل تسنن کا نظریہ یہ ہے:

حق کسی مخصوص گروہ میں منحصر نہیں بلکہ تمام اسلامی فرقوں میں کم و بیش پایا جاتا ہے۔

اسی طرح روز قیامت، نجات بھی کسی خاص فرقہ سے مخصوص نہیں، اور مسلمانوں میں تمام فکری اختلافات دینی نصوص میں مطلوب اور مورد تائید اجتہاد کا نتیجہ ہیں لہذا ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ ہم دیگر فرقوں کے آراء و عقائد باطل سمجھیں اور انھیں حقیقت سے بے خبر جانیں بلکہ جہاں جہاں اختلاف ہو وہاں سکوت اختیار کیا جائے۔

شیعوں کو بھی حق دیا جائے، انھیں فتنہ پرور نہ کہا جائے، اور نہ ہی ان سے نفرت و بیزاری کو دل نکال دیا جائے، کیونکہ یہ عمل شائستہ نہیں، جبکہ ہمارے اور اہل تشیع کے درمیان اعتقادی اصول اور اکثر فقہی ارکان میں کسی بھی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا، صرف اختلاف امامت کے مصداق میں ہے شیعہ امامت کا انکار نہیں کرتے بلکہ ان کے پاس امامت اور خلافت کی (حقانیت) پر شرعی دلائل بھی موجود ہیں. اور اس زمانہ میں خلافت کے متعلق گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں، اور ہم سے کیا مطلب کہ

انھوں نے ماضی میں کیا کارنامے انجام دیئے اور کن چیزوں کو ترک کیا۔

لیکن شیعوں کے نزدیک وحدت کے منصوص معانی یہ ہیں:

۱۔ تمام مذاہب اور فرقوں کی پیروی کرنے والے آپس میں میل ملاپ کے ساتھ زندگی گزاریں۔

۲۔ ان کے اجتماعی روابط میں کشیدگی نہ ہو۔

۳۔ اعتقادات اور مذہبی سنتوں کی محافظت کے ساتھ تعصب کو ختم کیا جائے تاکہ اجتماعی زندگی میں فتنہ کے بجائے امنیت برقرار ہو۔

۴۔ کسی قسم کے لئے حساس پہلو کو اجاگر کرنے سے پرہیز کیا جائے، جو شخص سماج کے دینی یا دنیاوی امور کے لئے نقصان دہ ہو۔

اور یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ اس روش کے اختیار کرنے کا مقصد، کسی کو نقصان پہنچائے بغیر دین اسلام کی محافظت ہے. ہم اعتقادی اور مذہبی اختلافات کے ہوتے ہوئے کبھی اس بات کے لئے حاضر نہیں کہ مسلمانوں اور اسلامی معاشرے میں تعصب اور فتنہ ایجاد کریں اور مبنائی اختلاف اور فتنہ وفساد، یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں. فتنہ سے اجتماعی روابط خراب ہوتے ہیں اور وہ فکری اختلاف جن کی بنیاد پوری طرح سے علمی اصول پر استوار ہوتی، ان سے کبھی اجتماعی روابط خراب نہیں ہوتے۔

۲۔ سب سے پہلی مرتبہ ڈاکٹر عصام العماد سے انٹرنٹ کے ذریعہ میرا

تعارف ہوااور وھابی عثمان الخمیس سے آپ کے بعض مناظروں کا مطالعہ بھی کیا جس کے نتیجہ میں، میں آپ کی روش کا شیفتہ وفریفتہ ہوگیا آپ کی گفتار میں ادب، لہجہ میں اطمینان، مناظرہ میں ایک خاص روش کی عکاسی کرتا ہے چند دن بعد اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ خود ڈاکٹر عصام عماد کچھ عرصہ پہلے ایک متعصب اور کٹر وہابی تھےاور کئی سال آپ نے یمن وسعودی عرب میں بڑھ چڑھ کر شیعیت کی مخالفت کی، لیکن خدا کی عنایت اوراس کے فضل سے آپ شیعہ ہو گئے اور ہمیشہ آپ نے کوشش کی کہ بنحو احسن وہابی علماء سے مناظرہ و گفتگو کریں. جب میں اس بات سے آگاہ ہوا کہ ڈاکٹر عصام العماد نے وہابی علماء سے طریقۂ گفتگو کے متعلق بنام'' المنهج الجديد و الصحيح في الحوار مع الوهابيين ''کتاب لکھی ہےتو میں نے ان سے اپنے کسی دوست کے ذریعہ ملاقات کی اور یہ کتاب ''گفتگو کا سلیقہ'' ان ہی چند ملاقاتوں کا نتیجہ ہے۔

۳۔ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم وہابیوں سے روابط برقرار کرنے کا طریقہ جانیں اورانھیں زیادہ سے زیادہ شیعیت سے آگاہ کریں، تاکہ ان کے لئے راستہ ہموار ہو اور وہ اہلبیت علیہم السلام کے شیعہ بن جائیں. مصنف نے ہمیشہ وہابیوں کے لئے راستہ ہموار کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ مذہب اہلبیت علیہم السلام سے آشنا ہوں اور وہ معتقد ہیں کہ بعض وہابی جو کہ نہ متعصب ہیں اور نہ ہی دشمنوں کے بہکانے پر بہکے ہیں، اگر انھیں حقیقت سے آگاہ کیا جائے تو ڈاکٹر عصام کی طرح وہ

بھی حق کو قبول کریں گے۔

کلمۂ وحدت وتقریب سے مصنف کی مراد یہ ہے کہ اختلاف کو ختم کرتے ہوئے ہم سب آپسی سمجھوتے کی طرف قدم بڑھائیں، اس امید کے ساتھ کہ تمام عالم میں شیعیت کا پرچم لہرائے۔

حقیقت میں یہ کتاب ''رحلتی من الوهابية الى الأثنیٰ عشرية '' کا خلاصہ ہے۔

۴۔ یہ کتاب ''المنهج الجديد و الصحيح فى الحوار مع الوهابيين '' کا لفظی ترجمہ نہیں، بلکہ ڈاکٹر عصام سے گفتگو کے بعد میں نے ترجمہ کے ساتھ اس کتاب کی تصحیح کا کام بھی شروع کیا، جس کے نتیجہ میں جو تبدیلیاں واقع ہوئیں وہ یہ ہیں:

ا: تکراری مطالب کا حذف کرنا ۲: طولانی عبارتوں کا خلاصہ کرنا ۳: ایرانی ثقافت اور فارسی زبان سے ہماہنگی کو مدنظر رکھنا ۴: بلند وطولانی حاشیوں کو متن میں قرار دینا۔

۵۔ مصنف کے معنی ومراد کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب کلمات کا انتخاب کرنا، بطور مثال، مصنف نے جہاں کلمۂ وحدت یا تقریب سے استفادہ کیا ہے ان سے مشورہ کے بعد میں کلمۂ تفاہم یا ہمزیستی مسالمت آمیز کو استعمال کیا ہے. اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ مصنف نے اس کتاب میں شیعیت کو ''المذهب الاثنیٰ عشری '' کے نام سے یاد کیا ہے اور اس کلمہ کے استعمال پر تاکید بھی کی، اور

معتقد ہیں، کہ وہابیوں کے لئے یہ کلمہ حساس نہیں، تشیع اور شیعیت، ایسے کلمات ہیں جن کا دائرہ معنی کے لحاظ سے بہت وسیع ہی ہے اور شیعہ، دوازدہ امامی کے علاوہ، دوسرے فرقوں کو بھی کہا جاتا ہے، جبکہ وہ تمام فرقے امامیہ کے نزدیک باطل ہیں۔

لیکن قارئین کی سہولت اور عبارت کی نزاکتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، میں نے تشیع، شیعہ، امامیہ، شیعہ امامیہ اور شیعۂ دوازدہ امامی جیسے تمام کلمات سے استفادہ کیا ہے، لیکن یہ بات واضح رہے کہ ان تمام کلمات سے مراد صرف اور صرف مذہب اثنیٰ عشری اور شیعۂ دوازدہ امامی ہی ہیں۔

والسلام علی من اتبع الھدی

مصطفیٰ اسکندری

قم

پیشگفتار

تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں اس کا شکر ادا کرتے ہیں، اسی کی بارگاہ سے مدد اور تمام گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں، نفس کی برائیوں اور اپنی بدکرداری سے پناہ مانگتے ہیں، کیونکہ خدا ہی ہے کہ اگر اس نے کسی کی ہدایت کی تو وہ گمراہ نہ ہوگا اور اگر گمراہ کردے تو پھر ہدایت نہیں پا سکتا۔

گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم خدا کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔

﴿اے ایمان والو! اللہ سے اس طرح ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور خبردار اس وقت تک نہ مرنا جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ﴾(۱)

﴿اے انسانوں اس پروردگار سے ڈرو کہ جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور اس کا جوڑا بھی اسی کی جنس سے پیدا کیا ہے اور پھر دونوں سے بکثرت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے ہیں اور اس خدا سے بھی ڈرو جس کے ذریعہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت داروں کی بے تعلقی سے بھی، اللہ تم سب

....

(۱) سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۲

کے اعمال کا نگران ہے ﴾۱

﴿اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو تا کہ وہ تمہارے اعمال کی اصلاح کردے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے اور جو بھی خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ عظیم کامیابی کے درجہ پر فائز ہوگا﴾۲

میرا اس بات پر عقیدہ ہے، کہ مسلمانوں میں وحدت اور آپسی قربت کے لئے ضروری ہے کہ ہماری گفتگو صحیح اور اس میں جذابیت پائی جائے، لیکن اگر آپسی گفتگو میں گذشتہ دو صفات نہ پائے جائیں اور گفتگو علمی اصول پر استوار نہ ہو، تو اس قسم کی گفتگو سے مسلمانوں میں وحدت کے بجائے، دوری میں اضافہ ہوگا۔ مذاہب کے متعلق گفتگو میں کئی نکات پائے جاتے ہیں جنکی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔

گفتگو بحث و جدال سے خالی ہو کیونکہ اسلامی مذاہبمیں وحدت کی ایجاد کا تنہا راستہ، یہی ہے کہ ہماری گفتگو میں نرمی پائی جائے تا کہ مسلمانوں کی مشکلات حل ہوں اور یہی ایک ایسا راستہ ہے کہ جو مسلمانوں کو متفرق ہونے سے بچا سکتا ہے درحقیقت اس کتاب میں پیروان مذاہب سے نامناسب طرز گفتگو کی اصلاح کی گئی ہے۔

مجھے وہابی علماء سے گفتگو کرنے میں ۱۲ سال کا تجربہ حاصل ہے اور بالخصوص میرا وہابیت کے زمانہ کا تجربہ (جب میں یمن میں تھا اور بزرگان وہابی علماء کے

---

(۱) سورۂ نساء، آیت ۱

(۲) سورۂ احزاب، آیت ۷۱-۷۰

سامنے تحصیل علم کے لئے زانوئے ادب تہہ کیا کرتا تھا اور پھر سعودی عرب روانہ ہو کر وہاں ایک متعصب وہابی بن گیا، جس کے نتیجہ میں، میں نے شیعوں کی تکفیر میں ایک کتاب بنام ''الصلة بين الاثنى عشرية و فرق الغلاة ''[1] لکھا پھر جب وہابیت سے دستبردار ہوا تو حقائق و خصائص شیعہ اثنا عشری کی وضاحت کے لئے ایک اور کتاب بنام ''رحلتى من الوهابية الى الاثنى عشرية ''[2] تحریر کی، جس کے بعد میں یہ جانتا ہوں کہ وہابی افراد سے کس طرح گفتگو کی جائے۔

وہابی افراد سے مناظرہ میں ضروری ہے کہ ہماری گفتگو میں مندرذیل خصوصیات پائی جائیں:

۱۔ ضروری ہے کہ ہم وہابی شخص کو اس بات کے لئے آمادہ کریں کہ ہماری گفتگو کا محور ایک مذہبی موضوع نہیں، بلکہ ایک آیت یا حدیث یا اس آیت و حدیث کے نکات میں سے ایک نکتہ ہوگا اور اس کی وجہ ان کی فکری توانائی کا قوی نہ ہونا ہے ایک ہی مرحلہ میں وہ امامیہ مذہب کے حقائق کو درک نہیں کر سکتے، اسی لئے ضروری ہے کہ قدم بہ قدم ایک آیت و حدیث کے بعد دوسری آیات و احادیث کی طرف رجوع کیا جائے اور مدّمقابل کو ابتدا ہی میں اس روش سے آگاہ و آشنا کیا جائے، تا کہ وہ اس روش کی اہمیت کو جانتے ہوئے، اپنی گفتگو میں اس پر توجہ دے۔

....

(۱) شیعہ غلاۃ سے وابستہ ہیں.

(۲) میرا وہابیت سے امامیہ کی طرف کوچ کرنا.

قارئین کے لئے بھی یہ بات واضح ہے کہ تمام یونیورسٹیوں میں ایک کلی مسئلہ پر گفتگو نہیں کی جاتی، بلکہ ہمیشہ گفتگو کا محور کلی موضوع کا ایک حصہ ہوتا ہے اور انھیں قسم کی تحقیقات مثمر ثمر ہوتی ہیں. اسی لئے ہم اس کتاب میں مختصر و مفید موضوعات پر اس روش کو مدنظر رکھتے ہوئے گفتگو کریں گے تا کہ وہابی شیعیت کے حقائق کو درک کر سکیں۔

۲۔ضروری ہے کہ ایک وہابی شخص سے مناظرہ کے دوران حدیث ثقلین کو گفتگو کا محور قرار دیا جائے، لیکن اگر ہم نے فضائل حضرت علی علیہ السلام کے متعلق گفتگو کی، تو وہ بھی دیگر صحابہ کے کچھ فضائل نقل کریں گے، جس کے نتیجہ میں بحث مشکلات سے دوچار ہوگی۔

اور اگر وہ حضرات دیگر اصحاب کے لئے بعض فضیلتوں کے قائل بھی ہوں، تو بھی انھیں کے نظریہ کے مطابق یہ فضائل ان اصحاب کی پیروی واطاعت پر دلیل نہیں بن سکتے، جبکہ حدیث ثقلین ایک ایسی حدیث اور فضیلت ہے کہ جو واضح طور سے مولائے کائنات کی اطاعت پر دلالت کرتی ہے۔

اور اگر گفتگو کا محور قرآن ہو تو آیۂ ولایت کے بجائے آیۂ تطہیر کو انتخاب کیا جائے کیونکہ آیۂ تطہیر اور حدیث ثقلین میں عمیق ارتباط پایا جاتا ہے اور جو اہل سنت آیۂ تطہیر اور واقعہ کساء کو نقل کرتے ہیں تو وہ حدیث ثقلین کو بھی انھیں سے مربوط جانتے ہیں اور کسی بھی مسلمان نے حدیث ثقلین کے حدیث کساء سے مرتبط

ہونے کا انکار نہیں کیا ہے، لہٰذا آیہ تطہیر کے متعلق ہماری گفتگو، حدیث کساء و حدیث ثقلین تک راہنمائی کرتی ہے۔

وہابی افراد سے گفتگو کے لئے میرا، حدیث ثقلین کا انتخاب کرنا اور اس انتخاب پر تاکید کی وجہ، خود پیغمبر اسلامؐ کا اس حدیث کو اہمیت دینا ہے جیسا کہ خود رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر امت ثقلین سے متمسک ہو جائے تو گمراہی سے بچ جائے گی اور آپ نے زندگی کے آخری لمحات تک اس حدیث پر عمل کی تاکید کی جو کہ امت اسلامیہ کے لئے رسولؐ کی طرف سے ایک امانت ہے. تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ اسی حدیث ثقلین کی وجہ سے کتنے سنی اور وہابی افراد کی فکروں میں تبدیلی آئی ہے اور انھوں نے ہدایت کو قبول کیا ہے، لہٰذا میرا عقیدہ ہے کہ گفتگو کا آغاز حدیث ثقلین سے ہو. اور اگر عنوان و موضوع کچھ اور ہو تو گفتگو کا ثمرہ ظاہر نہیں ہوگا. اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری اس گفتگو کا ہدف قابل اصلاح وہابیوں کی ہدایت ہے تاکہ وہ مذہب اہلبیت علیہم السلام سے منسلک ہو کر اس کا اتباع کریں اور اس میں بھی کوئی تردید نہیں، کہ ان میں سے بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان کے لئے حق ثابت ہو جائے تو وہ اس کی پیروی کریں گے۔

مناظرہ میں کسی بھی وقت نہ میں نے مدّ مقابل کے بارے میں سوء ظن کیا، اور نہ ہی اسے حق کا دشمن سمجھا ہے، میری نظر میں فقط وہ ایک بیمار ہے کہ جسے ایک اچھے اور ماہر طبیب کی ضرورت ہے، گفتگو کے دوران ہمیشہ میں اپنے ماضی پر نظر

رکھتا ہوں، کہ میں بھی ایک وہابی تھا لیکن بحمد اللہ میں نے حق کو جانا اور اس کی پیروری کی اور اس حسن ظن کے ساتھ میں نے اس کتاب کو لکھا ہے لہٰذا دوسروں تک اپنے پیغام کو پہنچانے میں اس روش (حسن ظن) کو مؤثر جانتا ہوں۔

ان بارہ سالوں میں وہابیوں سے مناظرہ کے دوران طرفین کے تند و تیز حرکات سے بخوبی واقف ہوں، گرچہ شیعہ وسنی وشیعہ میں بحد معمول قدیم الایام سے اختلاف پایا جاتا ہے لیکن یہ اختلاف آج کے شیعہ اور وہابی اختلاف جیسا نہیں تھا۔

اس دشمنی وعناد کا بیج محمد بن عبد الوہاب نے بویا کہ جس کے نتیجہ میں آج تک امت مسلمہ مشکلات میں گرفتار ہے اور دشمنان اسلام اس فرقہ سے سوء استفادہ کر رہے ہیں (تا کہ مسلمانوں میں ہرج ومرج پیدا کریں) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے درمیان ہرج ومرج کشیدگی اور اتحاد نہ ہونے سے دشمنان اسلام قوی ہوں گے، اسی لئے ضروری ہے کہ ہماری گفتگو علم ومنطق سے آراستہ ہو ،تا کہ مباحث کی مشکلات کو ختم کر سکیں اور ہماری گفتگو مفید واقع ہو۔

ہم گفتگو میں کوشش کریں کہ بنی امیہ اور منافقین نے مسلمانوں کو اہلبیت علیہم السلام سے دور رکھنے میں جو سازشیں رچی ہیں انھیں بیان کریں، تا کہ مسلمانوں کو ثقلین سے دوری کا احساس ہو .شیعہ ہونے کے بعد میری یہ پوری کوشش رہی کہ مختلف مذاہب کے علماء سے گفتگو کے لئے ایک مناسب اور صحیح روش کو مدنظر رکھوں اور اگر اس روش پر عمل نہ ہو تو میرے عقیدے کے مطابق گفتگو کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

جامعہ شناسی اور نفسیات کی رو سے، میں نے اپنی گفتگو میں تین اساسی چیزوں کو مدنظر رکھا ہے تینوں پر عمل اور اس کی ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ کلمات کے صحیح معنی بیان کئے جائیں چونکہ معمولاً مباحث میں طرفین ایک ہی کلمہ سے مختلف، بلکہ متضاد معانی کا ارادہ کرتے ہیں بطور مثال، عصمت یا تقیہ کی جو تفسیر وہابی علماء کرتے ہیں وہ امامیہ تفسیر سے بالکل الگ ہے۔

۲۔ ابتدائے کلام ہی سے وہابی شخص کو قبول کرنا ہوگا کہ وہ ایک اسلامی فرقہ سے مربوط فرد سے گفتگو کر رہا ہے، بالکل اہل سنت کی طرح کہ جو شیعیت کو اسلامی فرقہ جانتے ہیں۔

۳۔ لیکن اگر وہ شیعوں کو کفار کا خطاب دیں تو انھیں یہ جان لینا چاہیئے کہ انھوں نے تمام اہل سنت کی مخالفت کی اور ان سے گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں. (میں اپنے تمام معاملات کو خدا کے حوالے کرتا ہوں، کہ بے شک وہ تمام بندوں کے حالات کو خوب دیکھنے والا ہے)۔[1]

عصام علی یحییٰ العماد

صنعاء ۱۴۱۲ ہجری

....

(۱) سورۂ غافر، آیت ۴۴

مذہب امامیہ کو وہابیت کے لئے کس طرح پیش کیا جائے!

میں نے کتاب ”رحلتی من الوهابية الى الاثنى عشرية“ میں وہ دلائل پیش کئے ہیں جن کی بنا پر میں نے وہابیت کو ترک کیا. گر چہ اس وقت وہابیوں کی ایک مسجد میں امام جماعت اور استاد کی حیثیت سے مشغول تھا اور اس کتاب میں میری کوشش ہے کہ فرقۂ امامیہ کے حقائق اور خصوصیات کو ایک وہابی شخص کے لئے اس طرح بیان کروں کہ جب وہ کسی امامیہ سے گفتگو کرے تو اس کی فکری مشکلات برطرف ہوں، گفتگو کے مثبت نتیجہ تک پہنچنے کے لئے ان مشکلات کا حل ہونا ضروری ہے۔

شخصی نظریہ کے مطابق ایک وہابی شخص، امامیہ سے گفتگو کے دوران جن فکری مشکلات سے دوچار ہوتا ہے، انھیں ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مذہب امامیہ کو تین مرحلوں میں پیش کیا جائے اور ان مراحل میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ورنہ اس کے افکار کی اصلاح بھی نہیں ہوگی اور نہ ہی وہ مذہب امامیہ کے حقائق سے آگاہ ہو سکتا ہے۔

وہابی کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ جان لیں کہ ان تین مراحل اور ان کی ترتیب پر توجہ نہ دینے کے نتیجہ میں مذہب امامیہ کے متعلق ان کی تحقیق اہل سنت حضرات کی تحقیقات سے الگ ہے، اور اسی بنا پر وہابی شیعیت کے متعلق جو فکر رکھتے ہیں وہ قدمائے اہل سنت سے جدا ہے۔

میں نے کسی بھی مقام پر ان دو موضوعات (وہابی سے صحیح طرز گفتگو، یا سنی اور وہابی علماء کا دوسرے فرقوں کے متعلق مختلف الآراء ہونا) کے متعلق علمی تحقیق نہیں

دیکھی، لہذا اس کتاب کی روش، تحقیق کی اہمیت کو نمایاں کرتی ہے اور شیعوں کے بارے میں سنیوں اور وہابیوں کا مختلف آراء رکھنا بھی تحقیق کی روش میں اختلاف کا نتیجہ ہے، وہابی شیعیت کے بارے میں جو تصورات رکھتے ہیں، یہ انکی غیر علمی روش کا نتیجہ ہے، جس کی وجہ سے وہ شیعیت کے حقائق سے دور ہی نہیں، بلکہ شیعوں کی طرف ناروا نسبتیں دیتے ہیں، شیعیت کے حقائق سے مطلع ہونے کے لئے ایک ایسی علمی تحقیق کی ضرورت ہے کہ جس میں شیعیت کے متعلق سنی اور وہابی نظریات کا آپس میں مقایسہ کیا جائے. اور ایک محقق کہ (جس کا محور مذہب امامیہ کی تحقیق ہے) کو چاہئے کہ وہ مذہب کے متعلق روش تحقیق کے درمیان فرق کا قائل ہو۔

ہم مذہب امامیہ کی خصوصیات کو بالترتیب تین مرحلوں میں بیان کریں گے اور اس ترتیب کے لئے پابندی لازم ہے تا کہ وہابیوں کی طرح مشکلات میں گرفتار نہ ہوں۔

حقائق اور مذہب امامیہ کی خصوصیات کے تین مرحلے:

پہلا مرحلہ: مذہب امامیہ کی وابستگی کے لحاظ سے معرفت۔

اس مرحلہ میں ان دلائل پر تحقیق ہوگی کہ جن کی بنیاد پر وہابی، شیعیت کے متعلق غلط فہمی میں گرفتار ہیں اور انھیں غالی کا خطاب دیتے ہیں۔

شیعیت کے متعلق اس غلط فہمی کے دو اسباب ہیں:

ا۔ وہابیت کا مذہب امامیہ سے صحیح طور پر واقف نہ ہونا۔ ۲۔ اور ان کے مطالعہ کی روش کا نادرست ہونا۔

اس پہلے سبب کے لئے بھی تین اسباب پائے جاتے ہیں:

الف: غلو کے معنی سے مطلع نہ ہونا. ب: شیعہ دوازدہ امامی کے معنیٰ نہ جاننا.

ج: غلو اور غالیوں کے مقابلہ میں امامیہ کے موقف سے آگاہ نہ ہونا۔

دوسرے سبب کے لئے بھی دو اسباب ہیں:

الف: وہابیوں کا ایک خاص طرز تفکر. ب: ان کا شیعوں کے مقابلہ میں اہل سنت سے جدا موقف رکھنا۔

اس مرحلہ کو طے کرنے کے بعد دوسرے مرحلہ میں وارد ہونگے۔

(دوسرا مرحلہ) مذہب امامیہ کی دقیق معرفت

اس مرحلہ میں چار مہم حقائق کی تحلیل کی جائے گی اور وہ حقائق یہ ہیں:

۱۔ مذہب امامیہ کی نظر میں الوہیت اور نبوت کی حقیقت۔

۲۔ مذہب امامیہ کے نزدیک شریعت واحکام کی حقیقت۔

۳۔ مذہب امامیہ میں بعض کلمات کے معانی کی حقیقت۔

۴۔ مذہب امامیہ کے اہداف کی حقیقت۔

اس مرحلہ میں غور و فکر کے بعد ہم تیسرے مرحلہ میں داخل ہوں گے۔

(تیسرا مرحلہ) مذہب امامیہ کی بنیادی معرفت

اس مرحلہ میں بھی چار اہم نکات کی تحلیل ہوگی۔

۱۔ مذہب تشیع کے منابع .۲۔ اس مذہب میں امامت کی حقیقت .۳۔ مذہب

امامیہ کی حقیقت ۴۔اس مذہب کی ابتدا اور اس کے ظہور کی دلیلیں۔

اور جب قارئین ان تین مراحل کو طے کرلیں تو پھر ہم مذہب امامیہ کی خصوصیات کے متعلق تحقیق میں مشغول ہوں گے۔

(مذہب امامیہ کی خصوصیات)

گرچہ یہ خصوصیات دوسرے مرحلہ سے مربوط ہیں لیکن ہم نے جان بوجھ کر ان خصوصیات کو آخر میں بیان کیا ہے تا کہ ایک وہابی، انھیں آسانی کے ساتھ درک کرسکے، اور یہ تین خصوصیات یہ ہیں:

۱۔اہلبیتؑ کے بارے میں امامیہ کا میانہ رو ہونا۔

۲۔امام زمانہؑ کی غیبت مذہب امامیہ کی نظر میں۔

مذہب امامیہ کو سمجھنے کے لئے ہم ان تمام مراحل کو طے کرنے پر مجبور ہیں، اور ان مراحل میں ترتیب کا ہونا بے حد ضروری ہے. مذہب تشیع کی وضاحت کے لئے جس روش کو ہم نے انتخاب کیا ہے اسے ایک نقشہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں تا کہ اس روش کے تمام مراحل قارئین کے لئے واضح ہو جائیں[1]!

....

(۱) میں نے اس تحقیق کی روش کو وہابیوں کے لئے مرتب کیا ہے تا کہ انھیں مذہب تشیع کی کامل شناخت ہو جائے اور جب تک ایک وہابی کے لئے اہل تشیع کا غالی نہ ہونا ثابت نہ ہو جائے اور جب تک وہ الوہیت، نبوت، دینی احکام، اور شیعی منابع سے باخبر نہ ہوں؛ تب تک اس کے لئے مشکل ہے کہ وہ امامت وغیبت امام زمانہؑ جیسے مباحث کو سمجھ سکیں. اور میں نے بھی وہابیت کو ترک کرنے کے

(۱)

مذہب امامیہ کی معرفت

(۲)

مذہب امامیہ کی دقیق معرفت

مذہب امامیہ کی نظر میں الوہیت ونبوت کی حقیقت

مذہب امامیہ کے نزدیک شریعت اور دینی احکام کی حقیقت

مذہب امامیہ کے اہداف کی حقیقت

مذہب امامیہ میں بعض کلمات کے معنی کی حقیقت

(۳)

مذہب امامیہ کی بنیادی معرفت

الف: مذہب تشیع کے منابع

ب: امامت

ج: مذہب امامیہ کی حقیقت

د: اس مذہب کی ابتدا اور اس کے ظہور کی دلیلیں

نتیجہ

....

آخری مراحل میں امامت وغیبت کے مسائل کی معرفت حاصل کی اور ان پر ایمان لایا اِن تمام باتوں کو قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میں نے مباحث امامت وغیبت امام زمانہ کو اہمیت نہ دی۔

مذہب امامیہ کی خصوصیات

اس نقشہ میں یہ بات واضح ہے کہ بعد کے دونوں مراحل کی معرفت سے قبل، پہلے مرحلہ کی معرفت ضروری ہے تا کہ وہابی شیعوں کو غالی کا خطاب نہ دیں، اور اس نقشہ میں پہلے مرحلہ کا سب سے اوپر قرار پانا اس مرحلہ کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے. لہٰذا اگر اس کو جابجا کر دیا جائے تو پھر تحقیق کی روش میں خلل واقع ہوگا اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے مرحلے بھی اہمیت کے حامل ہیں، اور انھیں یکے بعد دیگرے قرار دینا ضروری ہے ہر مرحلہ میں کچھ حقائق بیان کیے گئے ہیں، اور چونکہ مذہب امامیہ کے خصائص کو سمجھنا، ان گذشتہ مراحل کو طے کرنے پر موقوف ہے اسی لئے ہم نے خصائص امامیہ کی بحث کو سب سے آخر میں قرار دیا ہے. ہم نے پہلے مرحلہ کے مطالب کو سب سے پہلے ذکر کیا، تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ مرحلہ آنے والے مراحل کے لئے مؤثر ہے. اور مذہب امامیہ میں حقیقت الوہیت و نبوت جیسی بحث کو دوسرے مرحلہ میں سب سے پہلے قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ دیگر تمام مباحث کا درک کرنا انھیں مباحث پر موقوف ہے۔

یاد رہے جیسا کہ صفحہ ۳۳ کے حاشیہ میں گذر چکا ہے کہ امامت و غیبت امام زمانہ کے مباحث کو ہم نے سب سے آخر میں قرار دیا ہے تا کہ ایک وہابی کے لئے ان مباحث کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

اس نقشہ میں عمودی خطوط تحقیق کے تمام مراحل میں محکم ارتباط کی عکاسی

کرتے ہیں اور اس حقیقت کی طرف اشارہ بھی، کہ ہر مرحلہ کا وجود گذشتہ مرحلہ پر موقوف ہے اور اس تحقیق میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے۔

ہر مرحلہ میں طبقات کا منسجم ہونا مذہب امامیہ کے حقائق وعقائد کے منسجم ہونے کی دلیل ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محقق، مذہب امامیہ کے تمام حقائق کو ایک مرتب و منسجم شکل میں پیش کرے اور ہر حقیقت وخصوصیت پر علیحدہ طور سے تحقیق نہ کی جائے، کیونکہ اس طرح کی تحقیق میں منسجم شکل کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے اور شاید وہابیوں نے شیعیت کی شناخت میں جو خطا کی ہے اس کا ایک سبب یہ ہو کہ انھوں نے مذہب امامیہ کے عقائد وحقائق پر الگ الگ بحث کی ہے. یہ نقشہ مباحث میں ترتیب وتسلسل کو بیان کرتا ہے. ہر مرحلہ، بعد والے مرحلہ کے لئے مقدمہ اور گذشتہ مباحث کا نتیجہ ہے اگر پہلے مرحلہ کو قبول کیا جائے، تو نتیجہ میں دوسرے مرحلہ کو قبول کرنا ضروری ہوگا. اور افقی خطوط کا مفہوم یہ ہے کہ ہر مرحلہ پر محقق کی دقیق نظر ہو، تا کہ ایک مرحلہ دوسرے مرحلہ میں مخلوط نہ ہونے پائے، اور ہر مرحلہ کے لئے ایک دقیق تحقیق کی ضرورت ہے، کیونکہ اگر پہلے مرحلہ میں ہماری تحقیق ناقص ہو تو پھر دوسرے مرحلہ کا صحیح طور پر سمجھنا مشکل ہوگا. اس نقشہ کی نوک اور اس میں کشادگی بتلاتی ہے، کہ اگر تحقیق میں پہلا قدم غلط اٹھے (گرچہ اس کی لغزش کم ہی کیوں نہ ہو) تو آئندہ مراحل میں یہ خطا اور وسیع ہو جائے گی۔

اب ہم ان قارئین کی خدمت میں ان مراحل کو مختصر طور پر بیان کرتے ہیں۔

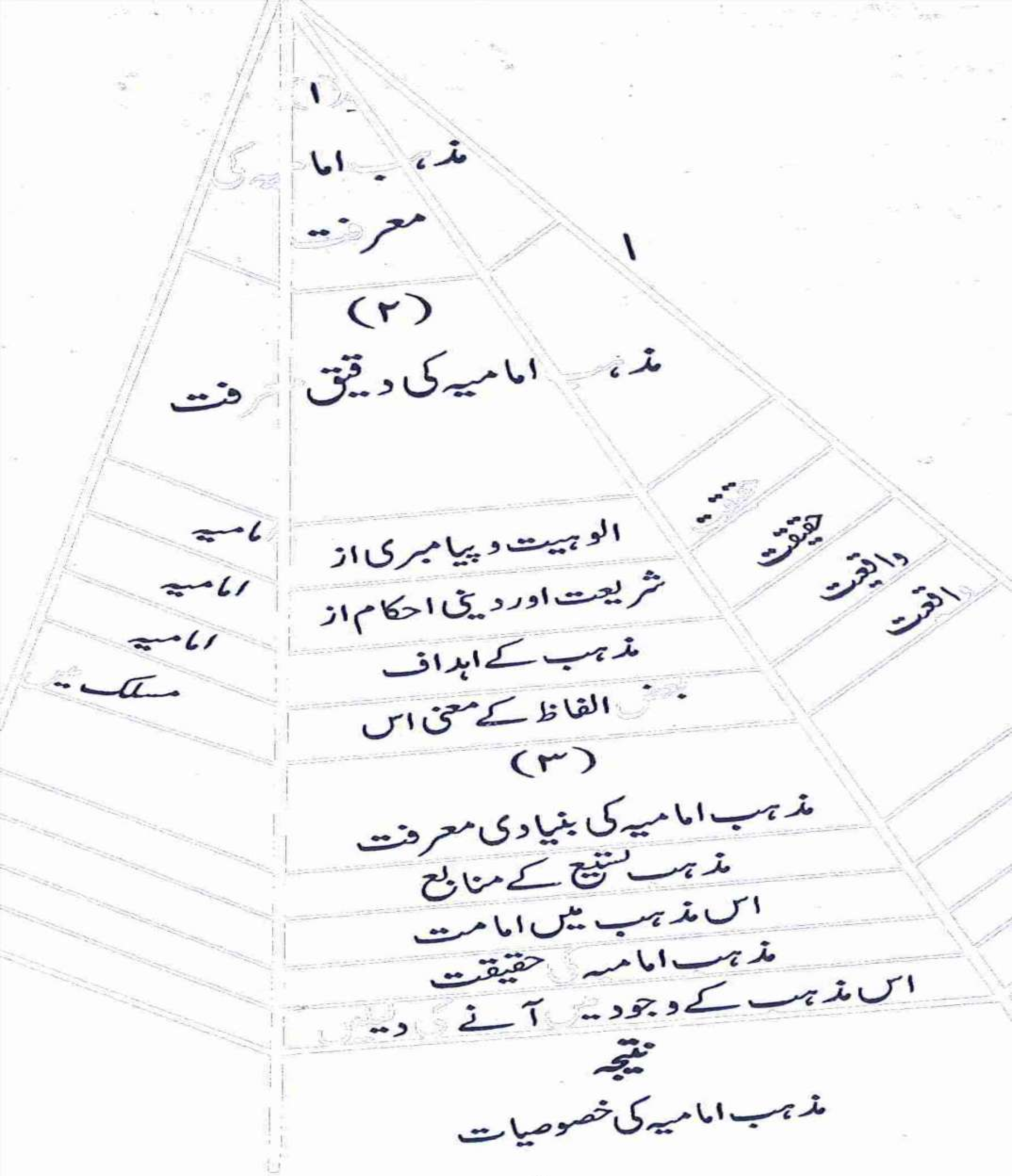

(۱)
مذہب اما
معرفت
۱
(۲)
مذہب امامیہ کی دقیق
رفت
امامیہ
امامیہ
امامیہ
مسلک
حقیقت
واقعت
واقعت
الوہیت و پیامبری از
شریعت اور دینی احکام از
مذہب کے اہداف
الفاظ کے معنی اس
(۳)
مذہب امامیہ کی بنیادی معرفت
مذہب تشیع کے منابع
اس مذہب میں امامت
مذہب امامیہ حقیقت
اس مذہب کے وجود آنے
نتیجہ
مذہب امامیہ کی خصوصیات

(پہلا مرحلہ)

مذہب تشیع کا غلو سے کوئی ربط نہیں

سب سے پہلے ایک غیر شیعی محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیعیت کے متعلق تحقیق سے پہلے اس مرحلہ پر کہ ''شیعہ غالی نہیں'' اپنی توجہ کو مرکوز کرے، تاکہ شیعی حقائق اور امتیازات کی برعکس جلوہ نمائی سے محفوظ رکھ سکیں۔

اس اہم فصل میں ہم اس بات سے آگاہ ہوں گے کہ اہل تشیع اور غالیوں کے درمیان مغایرت ہی نہیں، بلکہ ایک عمیق شگاف ہے، ایسا شگاف جو مذہب امامیہ کے بلند و بالا اسلامی حقائق اور غالیوں کے پست عناوین الٰہی اور مجوسی فکر کے درمیان پایا جاتا ہے.﴿و لا تلبسوا الحق بالباطل...﴾[1]

اس مرحلہ میں ان نتائج سے بھی آگاہ ہوں گے جو شیعی افکار کو غالی افکار سے مخلوط کرنے کے سبب وجود میں آئے اور یہی طرز عمل (یعنی غیر مربوط افکار کو شیعیت سے منسوب کرنا) شیعیت کے متعلق ان کی غلط فہمی میں بے حد مؤثر ہے. اور اس با اہمیت مرحلہ سے بطور کامل آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ مجوسی، یہودی، اور مسیحی افکار کو شیعیت سے منسوب کرتے ہیں اور اس مذہب کے حقائق کو برعکس پیش کرتے ہیں۔

....

(۱) سورۂ بقرہ، آیت ۴۲ حق کو باطل میں مخلوط نہ کرو.

اور میرا عقیدہ ہے کہ اہل تشیع کے حقائق کو سمجھنے سے پہلے ہم اس مرحلہ کو سمجھیں اور درک کریں کہ شیعہ غالی نہیں، ہم نے اس مرحلہ کا نام تشیع کی نسبی شناخت رکھا ہے تاکہ امامیہ کی خصوصیات پر گفتگو کرنے سے پہلے، ہم تشیع اور غالیوں کے درمیان فرق کے قائل ہوں۔

اس حصہ میں ان امور کے متعلق تفصیلی گفتگو ہوگی جو غالیوں سے مربوط ہیں، لیکن انھیں شیعیت سے بھی منسوب کیا جاتا ہے اور اس مرحلہ کا نام تشیع کی نسبی شناخت رکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم مذہب امامیہ کے حقائق جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں انھیں مجوسی، یہودی، اور مسیحی کفر آمیز نظریوں سے دور رکھیں اور جب تک وہابی شیعوں کو غالی کا خطاب دینے سے باز نہیں آتے، شیعہ کے متعلق ان کی تحقیق کی اصلاح ناممکن ہے. ہم نے اس فصل میں سب سے پہلے وہابیوں کی اس مشکل کو بیان کیا ہے اور میں نے اس مشکل کے وجود میں آنے کے اسباب پر بھی ایک علمی تحقیق پیش کی ہے۔

قابل ذکر بات ہے کہ دور قدیم اور دورہ حاضر کے سنی علماء نے بحث کو خلط کرنے سے خود کو دور رکھا، جس کے نتیجہ میں وہ مذہب امامیہ سے دفاع اور اس مشکل مباحث کو خلط کرنے میں گرفتار افراد سے، ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔[1]

....

(۱) وہابیت جس مشکل میں گرفتار ہیا اس کے متعلق علماء اہل سنت کے اقوال ہم بیان کریں گے.

اس مقام پر اپنی گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے دوبارہ اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ ہماری اس روش تحقیق کے جو تین مراحل ہیں ان میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے تا کہ شیعیت کے بارے میں وہابی تحقیق کی اصلاح ہو سکے اور اہل سنت و وہابیت کی تحقیق کا اختلاف آشکار ہو جائے۔

اگر شیعیت کے بارے میں وہابی اور سنی تحقیق کو ایک دوسرے سے مقایسہ کریں تو سنی تحقیق کی کامیابی کا راز، ان کا شیعہ اور غالی کے درمیان فرق جاننا ہے۔

یہ مرحلہ بے انتہا اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس مرحلہ میں ان غلط افکار کی اصلاح ہوگی، جنھیں وہابیوں نے مذہب تشیع سے منسوب کیا ہے اور پھر خود وہابیوں کی اصلاح ہوگی، تا کہ وہ صحیح روش کے تحت مذہب تشیع کو پیش کریں، جس کے نتیجہ میں ان کے مطالعہ کا طور طریقہ، علمی بنیاد پر استوار ہوگا اور چونکہ معاصر سنی علماء نے گذشتہ علماء کی پیروی کی اور انھیں خلط مباحث کے عواقب سے بطور کامل شناخت تھی اس لئے ان کے یہاں امامیہ کے حقائق کی تفسیر وہابی تفسیر سے جدا نظر آتی ہے. اور واضح طور پر انھوں نے شیعیت کے بارے میں وہابی تفسیر کو مسترد کیا جانا ہے انھوں نے کچھ علمی معیار و قواعد قرار دیئے ہیں جن کا کسی بھی تفسیر اور تحقیق سے پہلے جاننا ایک وہابی شخص کے لئے لازم ہے۔

لہٰذا اس مرحلہ کا مطالعہ ضروری ہے تاک عام سنی وہابی نہ ہو جائیں اور خود وہابی اس مرحلہ میں جو شیعی حقائق میں بغیر دقت کے شیعہ مذہب کے خصوصیات سے

واقف نہیں ہو سکتے۔

ہم قارئین اور وہابیوں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس حصہ کا دقیق اور تفصیلی مطالعہ کریں تا کہ انھیں مطلوب نتیجہ حاصل ہو، کیونکہ مذہب امامیہ کے حقائق کی تفسیر میں تمام غلطیوں کا سرچشمہ، اس مرحلہ کا صحیح طور پر نہ سمجھنا ہے۔

اس حصہ کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شیعہ شناسی سے مربوط مطالعات میں تبدیلی پیدا کریں اور اس روش کا انتخاب کریں جسے معاصر اور گذشتہ سنی علماء نے اختیار کیا ہے۔

میں نے زمانہ وہابیت میں شیعیت کی تکفیر میں ایک کتاب بنام ''الصلة بين الاثنى عشرية و فرق الغلاة''، لکھی (جس میں تشیع و غالیوں کو یکساں قرار دیا) جو شیعیت اور غالیوں کے درمیان فرق نہ جاننے، اور شیعہ شناسی میں فقط وہابی کتب سے مدد لینے کا نتیجہ ہے اسی لئے تشیع کی شناخت کے لئے میں نے اس اہم مرحلہ کو سب سے پہلے قرار دیا ہے. میں نے وہابیت کے زمانہ میں تمام جاہل افسانوں، صوفی، مجوسی اور بت پرستوں کے خود ساختہ خرافات اور غالی افکار کو شیعیت سے نسبت دی اور انھیں مذکورہ کتاب میں تفصیلی طور سے درج کیا ہے۔[1]

---

(۱) میں وہابیت کے زمانہ میں اس وہم کا شکار تھا کہ غالیوں میں جس قسم کا بھی غلو اور شرک پایا جاتا ہے وہی شرک وغلو شیعیت میں بھی موجود ہے لیکن بحمد اللہ شیعہ کتب (جس میں غلو شرک سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں) کا مطالعہ کرنے کے بعد ان دو فرقوں میں فرق واضح ہوا اور اس وہم کو میں نے کتاب (دیدگاہ شیعہ دربارۂ غلو و غالیان) میں ذکر کیا ہے۔

میں ہمیشہ یہ سمجھتا تھا کہ شیعوں کی طرف ان امور کا نسبت دینا صحیح ہے، لیکن جس وقت میں نے اس مرحلہ پر توجہ کی تو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس خطا کی اصلاح کے نتیجہ میں میرے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوئی کہ ان باتوں میں جو شیعوں میں نہیں پائی جاتیں، لیکن ان کی طرف منسوب ہیں اور ان باتوں میں جو ان میں پائی جاتی ہیں جبکہ ان کی طرف ان کی نسبت نہیں دی جاتی، فرق پیدا کر سکو، لہٰذا میں نے مذکورہ کتاب کو طبع ہونے سے کچھ دن پہلے ہی جلا ڈالا۔

اس دوران میں معتقد تھا کہ شیعہ کو مجوسی، یہودی یا صوفی کہا جا سکتا ہے(۱) لیکن اب میرا نظریہ بدل چکا ہے اور ان عناوین کے مصداق شیعہ نہیں، بلکہ غالی فرقے ہی ہیں، اس مرحلہ کو سمجھنے کے بعد، میں نے تحقیقات میں وہابی روش کو ترک کر کے، معاصر اور گذشتہ سنی علماء کی روش کو اختیار کیا، جس کے نتیجہ میں میرا یہ قدم شیعیت کے متعلق میرے نظریہ کو بدلنے میں مفید ثابت ہوا اور مجھے شیعیت اور غالیوں میں خلط مباحث سے چھٹکارا ملا۔

بلا شک و شبہہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ میں جن فکری مشکلات میں گرفتار تھا اس کی وجہ اس زمانے کے فکری حالات و اسباب تھے. میں نے اپنی پڑھائی یمن کے دار الحکومت شہر صنعاء کے ایک وہابی مدرسہ میں کامل کی، جن کا کام ہی اہل تشیع

....

(۱) مصنف نے اس مقام پر کلمہ ٴعنوصیہ سے استفادہ کیا ہے. گنوسیسم ایک صوفی فلسفی مکتب ہے جس میں خدا کی شناخت، باطنی اور روحانی معرفت پر استوار ہے. اور یہ مکتب پہلی و دوسری عیسوی میں مشہور ہوا گویا اس کلمہ سے مصنف کی مراد صوفی فرقے ہیں۔

کے بارے میں کتابیں چھاپنا اور انھیں نشر کرنا تھا اور ان تمام کتابوں کے مصنفین وہ افراد تھے کہ جو شیعہ اور غالی کو ایک جانتے تھے، جس کے نتیجہ میں شیعہ اور غالی افکار کو ایک دوسرے میں مخلوط کرتے اور شرک آمیز افکار کو شیعیت سے منسوب کرتے تھے۔

ان کتابوں کا مجھ پر کافی اثر ہوا اور اس مدرسہ میں صرف انھیں کتابوں کو چھاپنے کی اجازت تھی کہ جنھیں وہابی روش پر لکھا جاتا اور وہ کتابیں جو شیعیت کی شناخت میں سنی روش پر لکھی جائیں ان کے نشر کرنے کی اجازت نہ تھی۔

کچھ مدت بعد مجھے فرصت ملی اور میں نے شیعیت کے متعلق سنی کتب کا مطالعہ کیا جس پر بے حد تعجب ہوا، کیونکہ میں نے ان کی روش تحقیق میں وہابیوں کی بہ نسبت بنیادی فرق پایا۔

اہل تسنن آگاہ ہیں کہ شیعہ کو غالی کے مساوی قرار دینا ایک بہت بڑی غلطی ہے اسی لئے انھوں نے شیعیت کے بارے میں وہابی تحقیق کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور وہ معتقد ہیں کہ وہابی کتب کے ذریعہ ذرہ برابر شیعیت کے حقائق کو نہیں سمجھا جا سکتا۔

دور حاضر کے سنی مصنف استاد حامد حنفی[1] اس بارے میں فرماتے ہیں:

ایک طولانی مدت سے أئمہ علیہم السلام کے عقائد کا بطور خاص اور شیعہ عقائد کا بطور عام، ان کتب کے ذریعہ مطالعہ کر رہا تھا، کہ جنھیں اس مذہب پر تنقید کرنے والوں نے تحریر کیا ہے، لیکن ان تمام کتابوں کا مطالعہ کرنے کے باوجود کسی بھی قسم کا ثمرہ

....

(۱) آپ دانشگاہ ''عین شمس'' میں عربی ادبیات گروپ کے رئیس ہیں.

حاصل نہ ہوا اور ان کتب میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو مجھے اس مذہب سے آشنا کرائے[1]

اہل سنت معتقد ہیں کہ وہابی اپنی غلطی سے آگاہ نہیں ہیں، جس کے نتیجہ میں وہ شیعہ اور غالی کے درمیان فرق نہیں جانتے، اس کے متعلق مصری سنی عالم دین انور جندی لکھتے ہیں:

کیا ہی اچھی اور مناسب ہے یہ بات کہ ایک محقق عاقلانہ طور پر شیعہ اور غالی میں (وہ کہ جن کے مقابل اہل تشیع نے سخت موقف اختیار کیا اور ان کی مکاریوں سے آگاہ کرتے رہے) فرق کا قائل ہو اور اس کی وضاحت کرے[2]

علی عبدالواحد وافی جو مصری دانشور ہیں نے بھی اس مشکل کی طرف یوں اشارہ کیا:

مصنفین کی ایک بڑی تعداد نے جعفری شیعہ کو دوسرے شیعہ فرقوں میں مخلوط کیا ہے۔[3]

اہل سنت کے معاصر امام محمد غزالی نے بھی وہابیوں کی مطالعاتی روش کی اصلاح میں کافی کوششیں کی ہے اور پوری توانائی کے ساتھ ان سنیوں کا مقابلہ کیا ، جنھوں نے وہابیت کی پیروی کی. اور وہ لوگ جو شیعہ اور غالی میں اختلاط کے شکار ہیں، ان کی اس مشکل کو حل کرنے میں کافی زحمتیں اٹھائیں۔

....

(۱) فی سبیل الوحدۃ الاسلامیۃ، مرتضی الرضوی، ص ۴۵

(۲) الاسلام وحرکۃ التاریخ، ص ۴۲۱

(۳) بین الشیعہ واہل السنۃ، ص ۱۱

آپ اس موضوع کے متعلق یوں فرماتے ہیں:

بعض جھوٹے افراد جو شیعہ اور غالی کو ایک جانتے ہیں، نے یہ شایع کیا کہ شیعہ حضرت علی علیہ السلام اور سنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو ہیں اور اہل تشیع علیؑ کو پیغمبر اسلامؐ کی بہ نسبت نبوت کے لئے لائق اور شائستہ جانتے ہیں. اور پیغمبرؐ کا نبوت پر فائز ہونا ایک خطا ہے، جبکہ یہ مرتبہ علیؑ کا تھا! یہ سب باتیں شیعیت پر ناروا تہمتیں ہیں، جو صرف غالیوں پر ہی منطبق ہوتی ہیں۔

محمد غزالی نے ان سنی حضرات کی روش پر بھی تنقید کی ہے، جنھوں نے وہابی روش کا اتباع کیا اور شیعہ اور غالی کے درمیان فرق کو درک نہیں کر سکے، اس کے متعلق فرماتے ہیں:

بعض سنی علماء نے جھوٹ اور حقیقت کو برعکس نمایاں کرنے کے لئے شیعوں کی طرف اس بات کی نسبت دی ہے کہ یہ قرآن کی آیات میں کمی واقع ہونے پر اعتقاد رکھتے ہیں۲

اور بعض اہل سنت متفکرین معتقد ہیں کہ وہابیوں نے شیعیت کے بارے میں تحقیق میں کافی تند اور سخت روش اختیار کی ہے، شیعہ اور غالی کو یکساں جانتے ہیں لہٰذا انھوں نے شیعہ شناسی میں خطا کی ہے۔

....

(۱) رسالۃ التقریب، شمارہ ۳، سال اول شعبان ۱۴۱۴، ص ۲۵۰

(۲) لیس من الاسلام، ص ۴۸

مصری دانشور محمد فرماتے ہیں:

قدیم الایام سے سنی وشیعہ کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں لیکن وہابیوں نے اپنے افکار کے ذریعہ ان میں ایسا شگاف پیدا کیا جو اٹھارہویں صدی عیسوی کے بعد سنی وشیعی اختلافات میں بے حد موثر رہا. اور روز بروز ان کے اختلافات میں اضافہ ہوا. یہ سب وہابیت کے منفی فکر کے اثرات ہیں۔[1]

دوسرے سنی دانشور عبدالحلیم جندی فرماتے ہیں:

شیعوں کی طرف غالی افعال کی نسبت دی گئی اور اس طرز عمل نے دوسروں پر شیعیت کے متعلق منفی اثر چھوڑا اور ان باتوں کو شیعیت سے منسوب کیا گیا جن سے وہ خود بیزار ہیں مثلاً ان کا یہ کہنا کہ شیعیت کے یہاں امام ہی خدا ہیں جو کہ سراسر غلو اور کفر ہے اور شیعہ ان افکار سے بری ہیں۔[2]

(ڈاکٹر طہ حسین فرماتے ہیں:)

شیعوں کے دشمنوں نے، شیعوں سے ہر چیز کو منسوب کیا ہے وہ صرف ان چیزوں پر اکتفا نہیں کرتے جو شیعوں کے بارے میں سنتے یا دیکھتے ہیں بلکہ اپنی طرف سے ان میں من مانا اضافہ کر اضافہ کر لیتے ہیں جنھیں شیعہ سے سنا، یا ان میں پایا ہے، یہاں تک کہ ان تمام افعال کی نسبت اصحاب اہلبیت علیہم السلام کی طرف دی جاتی

....

(۱) الفکر الاسلامی فی تطورہ، ص ۱۴۰.

(۲) الامام جعفر الصادق، ص ۲۳۵.

ہے. ان افراد کی مثال ان چوروں جیسی ہے جو پہاڑ پر کمین کئے ہوتے ہیں یہ لوگ شیعی گفتار و کردار پر دقیق نظر رکھتے ہیں اور نامربوط مسائل، کہ جو شیعیت میں نہیں پائے جاتے ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔[۱]

ہم نے گذشتہ صفحات میں اشارہ کیا ہے کہ ڈاکٹر علی عبد الواحد وافی جو سنی دانشور ہیں نے اپنی کتاب ''بین الشیعه و اهل السنه ''میں وہابیوں کی خودساختہ مشکلات پر گفتگو کی ہے اس کتاب میں وہابیوں نے جو شیعہ و سنی کے درمیان بے بنیاد پروپیگنڈے کئے، اس کی رد میں فرماتے ہیں:

گرچہ ہمارے اور شیعوں کے درمیان بے حد اختلاف ہے لیکن اس کے باوجود یہ اختلاف سند و اجتہاد کے دائرہ سے خارج نہیں۔[۲]

''سنی محقق فہمی ہویدی'' بھی انھیں لوگوں میں سے ہیں کہ جنھوں نے درک کیا کہ وہابیوں کا شیعہ کی تکفیر میں اصرار، ان کا شیعہ اور غالی میں اختلاط کا نتیجہ ہے. آپ فرماتے ہیں:

شیعہ کو کافر کہنا وہابیت کے اصل ترین منصوبوں میں سے ایک منصوبہ ہے۔[۳]

....

(۱) علی و بنوه، ص ۳۵.

(۲) بین الشیعه و اهل السنه، البتہ ہم اس مطلب کی تائید نہیں کرتے اور اس نظریہ پر مفصل طور پر ہماری کتاب بازخوانی اندیشهٔ تقریب میں نقد و رد کی گئی ہے. (مترجم فارسی)

(۳) ایران من الداخل، ص ۳۲۲.

تمام علماء معتقد ہیں کہ وہابیوں کی شیعہ شناسی مطالعاتی روش نے انھیں تشیع اور غالی کی مخلوط وادی تک لا کھڑا کیا اور انھیں ایک عظیم گمراہی میں مبتلا کیا ہے. حتی بعض متفکرین معتقد ہیں کہ جس طرح وہابی شیعیت کو پیش کرتے ہیں اس میں اور اس کے حقائق کے درمیان بالکل تناقض پایا جاتا ہے اور شیعیت کی یہ تصویر کشی صرف اور صرف وہابیت پر صدق کرتی ہے، یہی مطلب ہم سالم بہنساوی کے نوشتوں میں پاتے ہیں. آپ نے کتاب ''السنة المفتریٰ علیھا ''میں پوری طرح شیعہ شناسی میں وہابیوں کی جو مطالعاتی روش ہے اس پر بحث کی اور اس روش کی اصلاح کو لازم جانا ہے اور وہابیوں کے اہل سنت کی مطالعاتی روش سے جدا ہونے کو واضح طور پر بیان کیا ہے. اور وہابیوں میں رائج تمام بیہودہ و بے معنی باتوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے. وہ شیعیت پر اس تہمت کو، کہ شیعہ دوسرے قرآن رکھتے ہیں، سختی سے رد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

جو قرآن اہل سنت کے درمیان ہے وہی قرآن تمام شیعہ مساجد اور گھروں میں پایا جاتا ہے[1] اور بے شمار سنی مذہب سے وابستہ متفکرین یہ جانتے ہیں کہ شیعوں کے بارے میں وہابی تصورات تمام یہودی، مسیحی اور مغربی اسلام شناسوں کی کتب سے ماخوذ ہیں. اور طبیعی ہے کہ ان منابع پر اعتماد کے نتیجہ میں کوئی بھی شیعہ اور غالی میں اختلاط، جیسے مرض میں مبتلا ہوسکتا ہے۔

....

(۱) السنة المفتریٰ علیھا، ص ٦

جندی مصری دانشور کی بھی یہی فکر ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم نے ان کے قول پر روشنی ڈالی۔

حسن البناء (جو کہ مصر میں تحریک اسلامی کے رہبر ہیں) نے بھی بڑے ہی زور وشور کے ساتھ شیعہ شناسی میں وہابی روش کو بدلنے کی کوشش کی اور ان لوگوں سے مبارزہ کیا، کہ جو شیعہ اور غالیوں میں مساوات کے قائل ہیں اور ان کی خطا نے انھیں بے حد متحیر کیا، کیونکہ دنیا کے کتب خانے شیعہ دانشوروں کے علمی خزانوں سے لبریز ہیں۔[1]

سنی مذہب سے وابستہ عباس محمود عقاد بھی وہابیوں کے اس انحراف کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ مصری معروف رائیٹر انیس منصور نے ان سے نقل کیا:

اگر اجل نے مجھے فرصت دی تو مذہب شیعہ کے لئے ایک منطقی تحقیق مرتب کروں گا، کیونکہ بے شمار بیہودہ باتوں کو شیعیت سے منسوب کرنے کی وجہ سے اکثر لوگ شیعیت کے واقعی چہرہ سے آگاہ نہیں ہیں، لیکن اجل نے انھیں مہلت نہ دی۔[2]

سنی مورخ، محمد کرد علی نے بھی ان فرقوں کا منہ توڑ جواب دیا، جو شیعہ اور غالی کے درمیان فرق نہیں جانتے، فرماتے ہیں:

....

(۱) اس عبارت کو حسن البناء کے شاگرد استاد عمر تلمسانی اپنی کتاب ''ذکریات لا مذکورات''میں صفحہ ۲۵۰ پر نقل کیا ہے.

(۲) لعلک تضحک، ص۲۰۱.

بعض مصنفین کا یہ عقیدہ رکھنا بالکل غلط ہے کہ مذہب تشیع عبداللہ بن سبا کی بدعتوں میں سے ایک بدعت اور یہ ان کی کم علمی کا نتیجہ ہے. اگر کوئی شیعیت میں عبداللہ بن سبا کی موقعیت کو جانے اور ان کا عبداللہ بن سبا اور اس کے گفتار و کردار سے بیزاری اور تمام شیعی دانشوروں نے جس طرح اس کی بدگوئی کی ہے اسے دیکھے تو پھر انھیں معلوم ہوگا کہ ان کا یہ عقیدہ کس قدر بے بنیاد ہے[1]

تحریک اخوان المسلمین کے رہبر عمر تلماسی، شیعہ اور غالی کو ایک جاننے والوں پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

شیعہ فقہ نے اپنے بلند اور قدرت مند تفکر سے دنیائے اسلام کو مالا مال کیا ہے[2]

دوسری طرف اہل سنت کے امام اور زمانہ کے فقیہ محمد ابوزہرہ وہابیوں کی اس روش سے سخت خوفزدہ ہیں اور وہابیوں نے جن شیعہ کلامی تعبیروں کی غلط تفسیر کی ہے انھیں آپ نے تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور تقیہ کے متعلق (کہ جس کے شیعی معنی کو وہابیوں نے درک نہیں کیا) ثابت کیا ہے کہ تقیہ کے شیعی معنی قرآن سے ماخوذ ہیں، فرماتے ہیں:

تقیہ یعنی انسان جان کے خوف سے یا ایسے بلند و بالا اہداف تک پہنچنے کے لئے جن سے دین خدا کی خدمت مقصود ہو اپنے بعض عقائد کو پوشیدہ رکھے اور یہ معنی

....

(۱) خطط الشام، ج ۶، ص ۲۵۱.

(۲) مجلّہ العالم الاسلامی، شمارہ ۹۱.

خود قرآن میں پائے جاتے ہیں۔[۱]

خبردار صاحبان ایمان مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا ولی اور سرپرست نہ بنائیں، کہ جو بھی ایسا کرے گا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہ ہوگا مگر یہ کہ تمہیں کفار سے خوف ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے اور خدا تمہیں اپنی ہستی سے ڈراتا ہے اور اس کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔[۲]

اور وہابیوں کے جواب میں، کہ جو امام کے متعلق شیعہ اور غالی عقائد کو ایک سمجھتے ہیں، آپ اس طرح لکھتے ہیں:

مذہب امامیہ، امام کے مقام کو پیغمبر اسلامؐ کے برابر نہیں جانتے۔[۳]

ازہر یونیورسٹی کے رئیس اور اہل سنت کے بزرگ پیشوا شیخ محمود شلتوت نے شیعہ شناسی میں قدمائے اہل سنت کی روش سے حمایت کا اظہار کیا ہے اور وہابی مطالعاتی روش سے وسیع پیمانہ پر مبارزہ کیا ہے کیونکہ وہابی مذہب امامیہ کی شناخت اور انھیں غالی کے برابر قرار دینے میں سخت خطا میں گرفتار ہیں۔

آپ نے کافی کوششیں کیں تا کہ وہابی، سنی روش کی طرف پلٹ آئیں اور جو اختلافات کے بیج وہابیوں نے شیعہ و سنی کے درمیان بوئے تھے انھیں نابود کیا

---

(۱) الامام الصادق، ص۲۲.

(۲) سورۂ آل عمران، آیت ۲۸.

(۳) الامام الصادق، ص۱۵۱.

جا سکے، لہٰذا وہابیوں نے آپ کی سخت مخالفت کی اور آپ پر سنیوں کو غالیوں سے نزدیک کرنے کی تہمت لگائی، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ شیخ محمد شلتوت وہابیوں کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ جن باتوں کو وہ شیعیت سے منسوب کرتے ہیں وہ سبائیان و خطابیان و بیانیان کے افکار و عقائد ہیں، کہ جنہیں شیعہ کافر جانتے ہیں اور آپ کا عقیدہ ہے کہ وہابی چونکہ شیعہ کو غالیوں کا ایک فرقہ تصور کرتے ہیں، اسی لئے شیعیت سے انحرافی عقائد کو منسوب کرتے ہیں۔

محمد شلتوت مجبور تھے کہ اپنے ہم عصر بعض سنیوں سے مبارزہ کریں (کہ جن پر وہابی رنگ چڑھ چکا تھا اور وہ قدمائے اہل سنت کی روش پر تنقید کرتے تھے) کیونکہ آپ کے نزدیک یہی لوگ سد راہ تھے کہ جن کی وجہ سے اہل تشیع و تسنن کو قریب کرنا امکان پذیر نہ تھا، وہ فرماتے ہیں کہ:

تقریب کے نام پر تنگ نظر افراد اور وہ لوگ جو نحس اہداف رکھتے ہیں (معمولاً ہر معاشرہ میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں) جدال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے یہ وہی لوگ ہیں جن کی بقا دوسرے لوگوں میں تفرقہ پیدا کرنے پر ہے اور یہ ایسے بیمار دل افراد ہیں، جن میں کسی بھی طرف رجحان نہیں پایا جاتا، بلکہ اپنے ھوا و ھوس کی پیروی کرتے ہیں۔

یہ کچھ ایسے خود فروش مصنفین ہیں جو تفرقہ پسند لوگوں کی خدمت کرتے ہیں اور جب بھی مسلمانوں میں تفرقہ کے خاتمہ اور اتحاد کے لئے تحریک چلائی گئی، تو یہ

لوگ مستقیم و غیر مستقیم طور پر سدراہ بن جاتے ہیں۔[1]

وہابی امامیہ اور غالیوں میں تفکیک نہ کرنے کی وجہ سے شیعوں کو رافضی کہتے ہیں درآنحالیکہ رافضی ایک عام عنوان ہے جو بے شمار فرقہ شناسی کتابوں میں غالی فرقوں پر منطبق ہوتا ہے اور سنیوں سے پہلے شیعہ انھیں کافر جانتے ہیں، لہٰذا انور جندی اس بارے میں کہتے ہیں:

''رافضی نہ سنی ہیں اور نہ ہی شیعہ''۔[2]

تشیع اور غالی کو ایک جاننے میں جو مشکلات وجود میں آتی ہیں ان کی طرف علمائے اہل سنت نے اپنی سینکڑوں کتابوں میں اشارہ کیا ہے اس کتاب میں اتنی گنجائش نہیں کہ ہم ان تمام اقوال کو جمع کر سکیں۔

ہم یہاں تک، یہ جان چکے ہیں کہ تشیع اور غالی کو ایک تصور کرنا ایک ایسی سخت مشکل ہے، کہ جسے دشمنان اسلام نے مسلمانوں میں اتحاد ختم کرنے کے لئے پیش کیا ہے اور محقق کے لئے اس مشکل کا سمجھنا بہت مشکل ہے، کیونکہ یہ ایک ایسی چھپی ہوئی مشکل ہے جس پر دشمنان اسلام نے مکاری کے ساتھ پردہ ڈال کر اسے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے، اس زمانہ میں بعض سادہ لوح سنیوں نے وہابیوں کی مکاریوں کو درک نہیں کیا اور ان کی فریب کاریوں کا شکار ہو کر اس مشکل (خلط

....

(۱) مجلہ رسالۃ الاسلام.

(۲) الاسلام و حرکۃ التاریخ، ص ۲۸.

مباحث) میں گرفتار ہو گئے .لیکن اہل سنت کے متفکرین کی کوششوں سے آج یہ خطرہ ایک خاص گروہ میں منحصر ہو کر زائل ہو چکا ہے۔

قارئین یہ جان لیں کہ وہابی شیعوں کو غلو آمیز افکار کا حامل تصور کرتے ہیں، لیکن انھیں نہیں معلوم کہ شیعہ غلو جیسی مشکل میں گرفتار نہیں، بلکہ یہ وہابی ہیں جو شیعیت کو نہ پہچاننے کی بیماری میں مبتلا ہیں وہ امامیہ میں غلو کے اسباب ڈھونڈتے ہیں لیکن انھیں چاہئے کہ وہ خلط جیسی بیماری میں مبتلا ہونے کے اسباب پر توجہ دیں۔

سنی معاصر محققین اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ وہابیوں کی یہ مشکلات گذشتہ سنی کتب پر صحیح تحقیق نہ کرنے کا نتیجہ ہیں .لہٰذا انھوں نے ان انحرافات کے عوامل پر تحقیق کی اور واضح کیا ہے کہ یہ شیعہ نہیں کہ جو غلو جیسی مشکل میں گرفتار ہیں، بلکہ یہ ایک باطل خیال ہے جس میں وہابی تشیع اور غلو میں فرق نہ کر پانے کے سبب مبتلا ہوئے ہیں۔

ایک وسیع تحقیق انجام دینے کے بعد میں اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ شیعہ شناسی کی مطالعاتی نہج تین روشوں ہی میں منحصر ہے: ۱۔وہابی گروہ کی روش .۲۔اہل سنت کے قدیم و جدید متفکرین کی روش. ۳۔شیعہ دانشوروں کی روش۔

سب سے پہلے میں ہابی روش پر پابند تھا پھر زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اہل سنت متفکرین کی روش سے آگاہ ہوا جس کے بعد شیعہ علماء کی روش کی طرف ہدایت حاصل ہوئی تب میں نے وہابی اور سنی روش میں غیر قابل انکار تضاد پایا.ان روشی اختلاف کے ہوتے ہوئے وہابی تمام نتائج کو صحیح نہیں کہا جاسکتا ہے .لیکن اگر

وہابی روش میں تعارض اور تباین کو قبول کرلیں تو پھر منطق کے لحاظ سے دونوں روشیں باطل ہوں گی۔

جس کے نتیجہ میں شیعوں کے بارے میں نہ وہابی تحقیق قابل استفادہ ہوگی اور نہ ہی سنی تحقیق، جبکہ آئندہ مباحث میں یہ بات واضح ہوگی کہ وہابی تفسیر (کہ جس میں کوئی واقعیت ہے اور نہ حقیقت) سے زیادہ سنی تفسیر، امامیہ عقائد کی حقیقتوں کو واضح کرتی ہے۔

جب ہم وہابی مطالعات کے نتائج دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعہ عقائد کی صحیح تفسیر بیان کرنے سے کس قدر عاجز ہیں جس تشیع کے بارے میں وہابی گفتگو کرتے ہیں اسے اہل سنت متفکرین تشیع ہی نہیں جانتے، اور شیعیت کی جو عجیب وغریب تصویر وہابی پیش کرتے ہیں وہ بالکل اس تصویر سے جدا ہے کہ جسے شیعہ اور سنی علماء نے پیش کیا ہے. شیعیت کی نظر میں مباحث الوہیت و نبوت اور مذہب امامیہ کے دیگر حقائق کا ادراک وہابیوں کے لے میسر نہیں، کیونکہ وہ سخت انحراف فکری میں مبتلا ہیں اور وہ مذہب امامیہ اور غالیہ کو ایک جانتے ہیں، جبکہ اہل تشیع کا غالیوں سے دور دور تک کوئی ربط نہیں، لہٰذا واضح ہے کہ ایسے حالات میں ایک وہابی کے لئے حیران وسرگردان رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بعض سادہ لوح سنی حضرات کے لئے وہابی نظریات قابل قبول ہیں اور وہ سنی متفکرین کو تمسخر آمیز نگاہ سے دیکھتے ہیں (جبکہ سنی

اور وہابی دونوں شیعیت کے متعلق خاص نظر رکھتے ہیں) کیونکہ یہ لوگ اہل سنت اور وہابیوں کے درمیان شدید اختلاف سے بے خبر ہیں، لہذا وہابیوں کی فریب کاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں جبکہ یہ تمام مشکلات شیعیت سے آشنا نہ ہونے کا نتیجہ ہیں. جس طرح ١٨ ویں صدی عیسوی میں وہابیت کے وجود میں آنے سے اس مشکل نے شیعوں اور سنیوں میں اختلاف پیدا کیا، اسی طرح دور حاضر میں سنی اور وہابی اختلافات میں یہ مشکل تاثیر گذار ہوئی. اور جب تک یہ مشکل حل نہ ہو اہل سنت اور وہابیت کے درمیان اختلاف سمجھنا ممکن نہیں۔

دور ماضی میں جن مسائل پر شیعوں اور وہابیوں میں اختلاف تھا دور حاضر میں وہی اختلاف سنی اور وہابی اختلاف میں تبدیل ہو چکا ہے اور اہل سنت نے اس بات کو پوری طرح واضح کر دیا ہے کہ جن مسائل کی نسبت وہابی، شیعیت کی طرف دیتے ہیں وہ مذہب غلو اور غالیوں سے مربوط ہیں، جن کا شیعیت سے کوئی تعلق نہیں، اگر چہ وہابیوں کے اس کردار سے شیعہ اور سنی اختلاف میں شدت پیدا ہوئی، لیکن خود سنی اور وہابی میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ اور سنی مفکرین نے کئی مرتبہ اس مشکل کی طرف توجہ دلائی اور جب تک اس مشکل خلط کو حل نہ کیا جائے ان تین فرقوں میں آپسی تفاہم کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ڈاکٹر ناصر قفاری جو ایک انتہا پسند مصنف ہے اور شیعوں کو کافر کہتا ہے، نے امامیہ

کے متعلق وہابیوں اور سنیوں کے درمیان ایک مناظرہ پیش کیا ہے کہ جو قابل توجہ ہے:

مذہب امامیہ کے متعلق معاصر مصنفین کے نزاع نے مجھے اپنی طرف جذب کیا، مصنفین کا ایک گروہ (جن میں محبّ الدین خطیب، احسان الٰہی ظہیر، ابراہیم جبہان شامل ہیں) شیعوں کو کافر کہتا ہے وہ معتقد ہے کہ غلو نے انھیں اسلامی حدود سے خارج کر دیا ہے اور دوسرا گروہ (نشار، سلیمان دنیا، مصطفیٰ شکعہ)، انھیں ایک میانہ رو اور ایک ایسا فرقہ تصور کرتا ہے، جن کا غالیوں سے کوئی تعلق نہیں، اور بھنساوی جیسے کچھ لوگ ہیں جو شک و تردید میں مبتلا ہیں اور انھوں نے سنیوں سے ان مطالب کے بارے میں سوالات کئے ہیں، جنھیں محبّ الدین خطیب و احسان الٰہی ظہیر نے لکھا ہے. البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی اس قسم کے گرداب میں پھنس جائے تو حقیقت اس کے لئے مشتبہ یا ختم ہو جائے گی۔[1]

اور اس نزاع کی جڑ تک پہنچنے کے لئے میری کوششوں نے مجھے مجبور کیا، کہ ڈاکٹریٹ میں میری تھیس (Thesis) کا موضوع ''وہابیوں کی مشکل کے بارے میں شیعوں اور غالیوں کے خلط کرنے سے متعلق'' ہو، اس تھیس (Thesis) میں، میں نے عرض کیا ہے کہ اس قسم کی مشکلات مطالعاتی روش میں اختلاف کی وجہ سے وجود میں آتی ہے۔

....

(١) اصول مذہب الشیعہ الامامیہ الاثنی عشریہ، ج ١، ص ١١-١٠. کہ جسے میں نے ناصر قفاری کی رد میں لکھا ہے وہ جلد طبع سے آراستہ ہوگی۔

میرے نزدیک ایک طویل تحقیق کے بعد یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہابیوں کے مطالعہ و تحقیق کی روش کے ذریعہ شیعیت کی شناخت ممکن نہیں، اور خود وہابیوں اور اہل تسنن کے درمیان مذہب امامیہ کی شناخت میں گہرا اختلاف پایا جاتا ہے۔

مذہب تشیع کے بارے میں وہابی روش کے ذریعہ تحقیق کرنے کا مطلب تحقیق کے موضوع (شیعی حقائق) کی قربانی ہے اور ان کی روش میں موضوع کے ساتھ اس طرح برتاؤ کیا جاتا ہے کہ گویا مکتب اہل بیتؑ کے پیرو اپنے عقائد بیان کرنے میں کسی بھی قسم کی روش کے حامل نہیں، لہٰذا اہلسنت اور وہابیوں کے اس جدال سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے، اور وہ یہ کہ ہم مکتب تشیع کے عقائد کو سمجھنے کے لئے خود مذہب امامیہ کی تفاسیر اور بیانات کی طرف رجوع کریں، جس طرح سالم بھنساوی کے اس روش کو اختیار کرنے کو قفاری نے نقل کیا ہے۔

بھنساوی نے جب مفہوم تشیع میں احسان الٰہی ظہیر اور مصطفیٰ شکعہ کے درمیان اختلاف پایا تو کشف حقیقت کے لئے مذہب امامیہ کے علماء کی طرف رجوع کیا اور ان سے گفتگو کے نتائج کو کتاب ''السنة المفتریٰ علیھا'' میں درج کیا ہے لہٰذا وہ متوجہ ہوئے کہ شیعہ حقائق کے بارے میں سنی مطالعاتی روش، واقعیت سے زیادہ نزدیک ہے۔

اس طرح جن بزرگ سنی مفکر ڈاکٹر حامد حنفی داؤد نے امامیہ افکار کو بیان کرنے میں وہابیوں کی مطالعاتی روش کو چھوڑ کر امامیہ روش اختیار کرنے پر اصرار کیا

ہے. آپ علامہ مرحوم مظفر کی کتاب عقائد الامامیہ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وہ لوگ جو اس خیال میں ہیں کہ دشمنان شیعہ کے نوشتوں کے سہارے امامیہ عقائد اور شیعی تمدن سے آگاہ ہوں تو وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں، گرچہ وہ کثرت علم، اور پوری طرح تسلط رکھتے ہوں اور ان کی روش میں تعصب نہ پایا جاتا ہو، افکار و نظریات کو نقل، یا ان میں تحقیق کرنے میں امین ہوں۔

میں نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے عقائد (بطور خاص) اور شیعی عقائد (بطور عام) کے مطالعہ اور تحقیق میں سالہا سال اس مذہب کے ناقدین اور مورخین کے نوشتوں کا مطالعہ کیا ہے، لیکن قطعی طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ان نوشتوں میں کوئی بھی قیمتی مطلب نہیں پایا اور اس مذہب (کہ جس کے پیرو دنیا میں پراکندہ ہیں) کے دقیق مطالب کو سمجھنے میں میری تمام کوششیں اور میرا اسرار اشتیاق بے ثمر ہی ثابت نہیں ہوا، بلکہ مجھے شیعی نظریات سے دوری حاصل ہوئی، کیونکہ شیعوں کے مخالفین کی تحریروں پر اعتماد نے میری تحقیق کو ناحق اور عقیم بنا دیا، لہٰذا حقیقت جوئی کے اس شوق نے مجھے مجبور کیا کہ شیعہ شناسی میں اپنی مطالعاتی روش کو از سر نو پھر سے شروع کروں اور میں نے ارادہ کرلیا کہ اس مذہب تک خود انھیں کے محققین اور دانشوروں کے نوشتوں کے ذریعہ ہی رسائی حاصل کروں، کیونکہ کسی بھی مذہب کے دانشور، دشمنوں سے زیادہ اور بہتر اپنے عقائد کو جانتے ہیں، چاہے یہ دشمن ماہر خطیب اور توانا مصنفین ہی کیوں نہ ہوں۔

اس کے علاوہ علمی امانتداری (جو علمی تحقیق کا اہم رکن ہے اور میں نے اپنی تمام تحقیقات اور نوشتوں میں سب سے پہلے اس پر توجہ دی ہے) کا تقاضا ہے کہ انسان کسی بھی مطلب کو نقل کرنے میں پوری طرح دقت کرے اور ایک محقق جو مطالب کے سمجھنے پر مسلط اور تیز بین ہو، بلا واسطہ شیعی منابع کی طرف رجوع کئے بغیر کس طرح ان مطالب کے متعلق مطمئن ہو سکتا ہے جنھیں شیعیت سے منسوب کیا جاتا ہے؟ اگر وہ بلا واسطہ منابع کی طرف رجوع نہ کرے، تو گویا اس نے اپنی تحقیق کو غیر علمی بنیادوں پر استوار کیا ہے۔

انھیں تمام وجوہات نے مجھے مجبور کیا کہ میں شیعہ شناسی میں اپنے مطالعہ کو صرف اور صرف شیعہ کتب میں متمرکز کروں اور کسی بھی قسم کی کمی و زیادتی کے بغیر شیعہ عقائد کو انھیں کے تقریروں اور تحریروں سے اخذ کروں تاکہ شیعوں کے بارے میں قضاوت کرنے میں دوسروں نے غلطی کی ہے میں اس سے محفوظ رہ سکوں۔

اگر کوئی محقق حقائق کو ان کے غیر حقیقی منابع سے اخذ کرنا چاہے تو اس کا یہ کام ظلم اور پوری طرح غیر علمی ہوگا، بالکل اس روش کی طرح کہ جسے شیعوں کے متعلق ڈاکٹر احمد امین مصری نے اپنے نوشتوں میں اختیار کیا ہے، انھوں نے محصلین اور فارغ التحصیل طلبہ کے لئے مذہب شیعہ کے بعض مطالب کو واضح کرنے میں انتہا پسندی سے کام لیتے ہوئے شیعیت کو اسلام میں یہودیت کی شکل اور عبد اللہ بن سبا کا ساختہ و پرداختہ قرار دیا ہے. یہ وہ تہمتیں ہیں جن کا بطلان ثابت و مسلم اور شیعوں کا

ان سے بیزار ہونا واضح ہے. شیعہ علماء نے ان باتوں کی رد میں کئی کتابیں لکھی ہیں ، جن میں سے محمد حسین آل کاشف الغطاء ایک ہیں، جنھوں نے کتاب ''اصل الشیعہ و اصولھا'' میں اس امر کے متعلق ایک جامع تحقیق پیش کی ہے۔[1]

اس مطلب کی مزید وضاحت کے لئے ایک مثال پیش کرتا ہوں تا کہ خلط جیسی مشکل بخوبی آشکار ہو جائے۔

وہابی اپنے نوشتوں میں لکھتے ہیں کہ شیعہ معتقد ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام بادلوں کے درمیان تشریف رکھتے ہیں اور شیعہ آپ کے فرزندوں کی ان کے قیام میں مدد نہیں کرتے جب تک کہ خود امام آسمان سے فریاد نہ کریں، کہ اس فرزند کی مدد کرو. لیکن واضح ہے کہ اس قسم کے عقائد کے حامل شیعہ نہیں، بلکہ غالی ہی ہو سکتے ہیں۔

شیعہ علماء کے ذریعہ ان ہی کے علمی مرکز (شہر قم) میں مطالعہ اور تحقیق کے بعد متوجہ ہوا کہ خود شیعہ اس قسم کے عقائد وافکار سے بیزار ہیں. اور (امام مہدی) کے متعلق وہی سب کچھ شیعوں کے یہاں ثابت ہے جو سنیوں کے نزدیک ثابت ہے، کہ امام مہدی (جن کا قیام سنی وشیعہ دونوں کے نزدیک مسلّم الثبوت ہے) قیام کریں گے، آسمان سے ایک فرشتہ ان کا نام لے گا اور لوگوں کو ان کی مدد کے لئے دعوت دے گا. لہذا اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ شیعہ شناسی کے مطالعات میں وہابی کتب پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

....

(۱) مقدمہ کتاب عقائد الامامیہ ۳۳۔۲۰.

ہم نے جو اہل سنت متفکرین کے اقوال پیش کئے ہیں ان سے شیعہ شناسی میں وہابیوں کی شکست اور سنی و وہابی میں عمیق شگاف کی دلیل واضح ہوتی ہے اور وہ دلیل صرف اور صرف ان کا تشیع سے آگاہ نہ ہونا اور ان کا غالیوں میں خلط کرنا ہے۔

اس مشکل کی وضاحت اور سنی متفکرین کے کلام کو تفصیلی طور پر پیش کرنے کا مقصد مندرجہ ذیل چند باتوں کی طرف اشارہ کرنا ہے:

١۔ یہ مشکل شیعہ وسنی اور سنی و وہابیوں کے درمیان اختلاف میں شدت پیدا کرنے کے لئے بے حد مؤثر ہے۔

٢۔ شیعہ شناسی میں وہابی مطالعہ کے انحراف اور شکست میں اس مشکل کا اہم رول ہے۔

٣۔ اس مشکل کے حل ہونے سے ان تین فرقوں میں اختلاف کم اور تفاہم میں زیادتی ہوگی۔

٤۔ اس مشکل کے خاتمہ سے مذہب امامیہ کا واقعی چہرہ آشکار ہوگا۔

الٰہی دین و مذہب کا سب سے بڑا خارجی دشمن وہ کفر آمیز الحادی و مادی افکار ہیں جو دین کے مخالف شبہات کو پیش کرتے ہیں۔

میری سمجھ کے مطابق، ہر مذہب کا داخلی دشمن (کہ جو اس کے وجود اور ہویت کو نابود کرتا ہے) اس مذہب کے حقائق کو شک و تردید کی گھٹاؤں میں چھپا دیتا ہے جس کے نتیجہ میں مذہب اور دینی حقائق کے غلط اور غیر واقعی معنی وجود میں آتے

ہیں اور مذہب برعکس اور بدصورت شکل میں پیش کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے بشریت دین سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے، لہٰذا تشیع اور غلو میں خلط کا مطلب حقائق کو شک وتردید کی گھٹاؤں میں چھپانا ہے۔

۵۔ اس بات کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ وہابی کس لئے شیعہ اور غالی میں خلط کا شکار ہیں اور یہ واضح ہے کہ اس خلط کی دلیل شیعہ اور غالی کو ایک سمجھنا ہے جب کہ خود شیعہ علماء ان کفرآمیز فرقوں سے بیزار ہیں۔

اب تک جن باتوں کو پیش کیا گیا وہ تشیع کی شناخت کے پہلے مرحلہ سے مربوط ہیں، تشیع کی شناخت کے مراحل میں سے سب سے پہلے مرحلے میں جو اہم مسئلہ درپیش ہے، وہ وہابیوں کی خلط اور انحراف کے اسباب کی پیدائش کا مسئلہ ہے۔

اس موضوع کے لئے دو بنیادی اسباب یہ ہیں:

۱۔ وہابیوں کا آگاہ نہ ہونا۔

۲۔ ان کی مطالعاتی روش۔

پہلی صورت کے وجود میں آنے کی بھی تین دلیلیں ہیں:

۱۔ ان کا غلو کے معنی سے مطلع نہ ہونا۔

۲۔ اور تشیع کے معنی کی شناخت نہ ہونا۔

۳۔ غلو اور غالیوں کے ساتھ امامیہ کے موقف سے آگاہ نہ ہونا۔

دوسری صورت کے لئے بھی دو دلیلیں ہیں:

۱۔ وہابیوں کا طرز تفکر۔

۲۔ شیعوں کے مقابل موقف اختیار کرنے میں ان کا سنی روش کا ترک کرنا۔

قارئین محترم توجہ فرمائیں کہ ہم ایک بے جان و بے روح تحقیق پیش کرنا نہیں چاہتے، بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ قارئین ان خطروں سے آگاہ رہیں تاکہ ان میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

''مشکل خلط کے منفی آثار''

یہاں پر ہم وہابی فکر پر خلط کے تسلط کے نتیجہ میں جو منفی آثار رونما ہوئے ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق حقیقت الوہیت و نبوت کے بارے میں ان کی غلط تفسیر۔

۲۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق حقیقت شریعت اور دینی احکام کی تفسیر میں ان کا خطا کرنا۔

۳۔ مذہب تشیع کے اہداف کی حقیقت میں ان کی غلط تفسیر۔

۴۔ بعض شیعی اصطلاحات کی صحیح تفسیر نہ کرنا۔

۵۔ شیعہ منابع کی تفسیر میں ان کی خطا۔

۶۔ شیعہ عقیدہ میں حقیقت امامت کی تفسیر میں غلطی کرنا۔

۷۔ مذہب شیعہ کی پہچان کی تفسیر میں خطا کا ارتکاب کرنا۔

۸۔ مذہب شیعہ کے وجود میں آنے کی صحیح تفصیل سے آگاہ نہ ہونا۔

ان آٹھ لغزشوں کے نتیجہ میں وہ ان سب سے بڑھ کر ایک اور خطا میں مبتلا ہوئے اور وہ خطا مذہب شیعہ کی خصوصیات کے متعلق صحیح تفسیر کا نہ ہونا ہے جس کے نتیجہ میں مذہب شیعہ اور غالیوں کے خصوصیات کو آپس میں خلط کر دیا ہے۔

ہم اس جگہ قارئین کی آسانی کے لئے دو تصاویر پیش کرتے ہیں تا کہ ان اشتباہات کا منفی اثر پوری طرح واضح ہو جائے۔

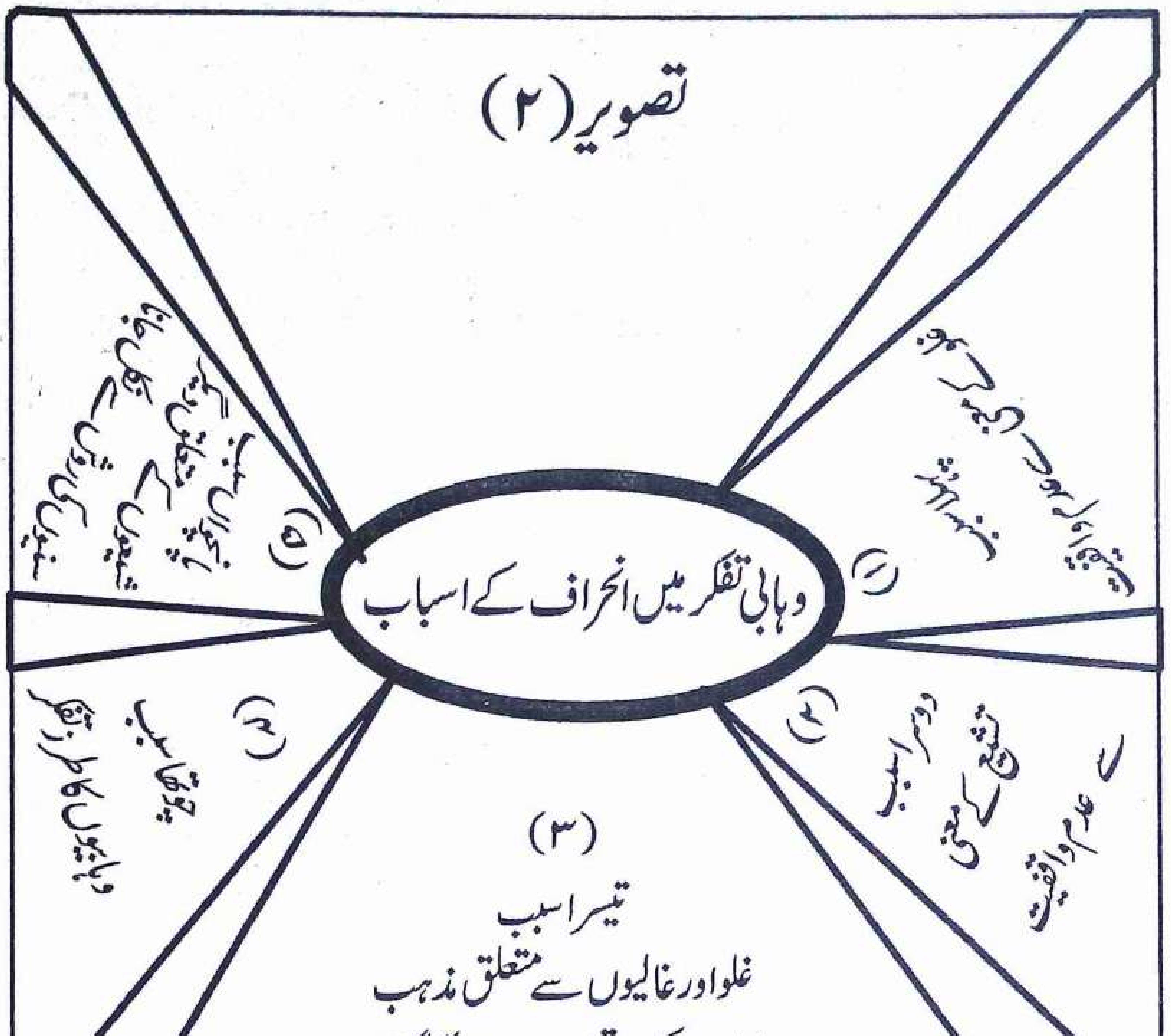

تصویر نمبر (۲) میں ہم نے وہابی انحراف وخطا کی پیدائش اور اس کے وسیع ہونے کے ۵ اسباب تیر کی شکل میں بیان کیے ہیں کہ جنھوں نے وہابی فکر کو اپنا ہدف قرار دیا ہے۔

تصویر (۳)

مشکل خلط کے منفی آثار

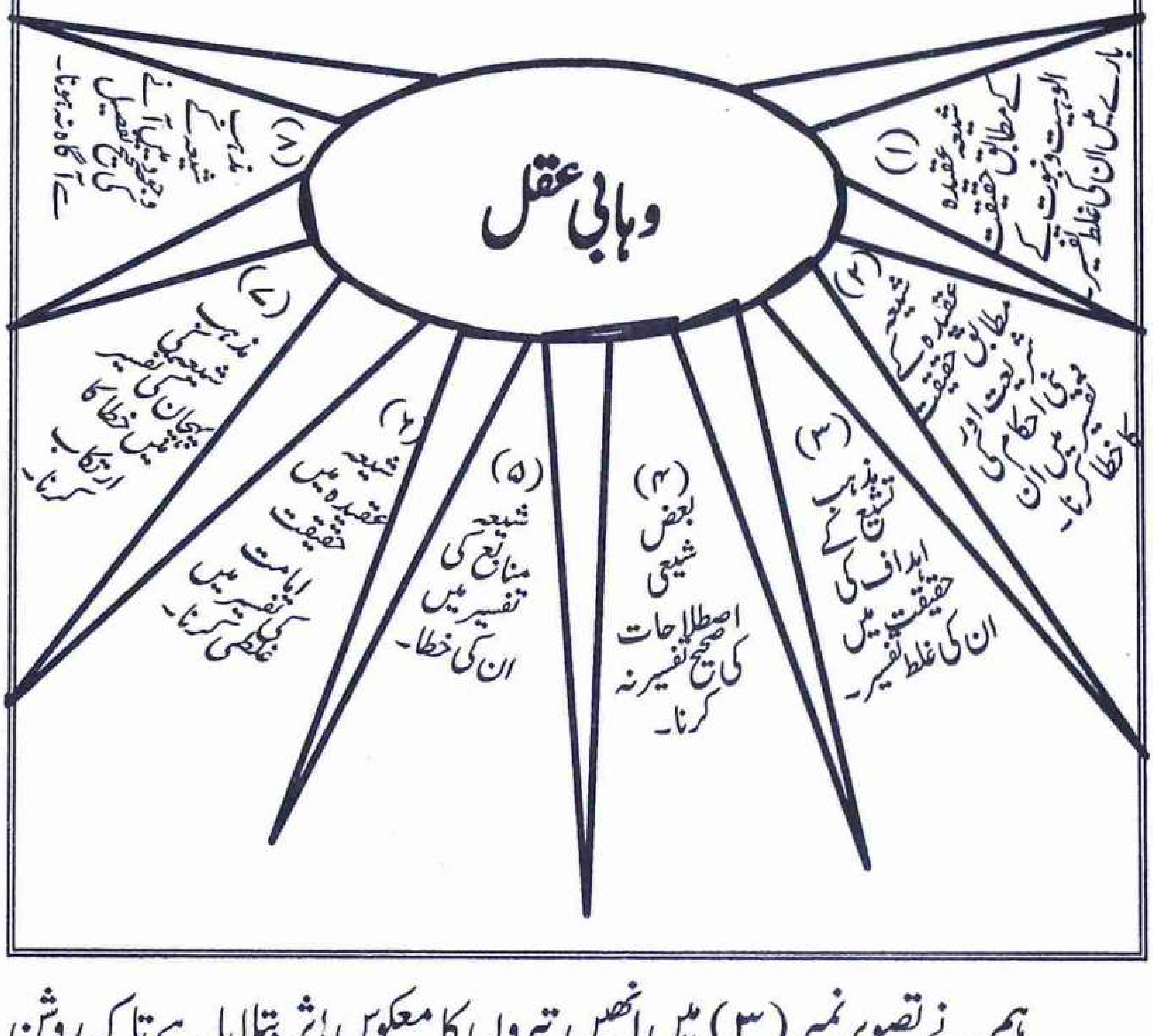

ہم نے تصویر نمبر (۳) میں انھیں تیروں کا معکوس اثر بتلایا ہے تا کہ روشن کردیں کہ یہ ۸ اشتباہات انھیں ۵ اسباب کے حتمی نتیجے ہیں اور یہ فتنہ ایک وسیع دائرہ کو اپنی آگ میں لپیٹ لیتا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم وہابیوں میں خلط جیسی مشکل کے پیدا ہونے اور اس کے وسیع ہونے کے اسباب بیان کریں چند نکات کو ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۔ وہابی فکری نظام میں تشیع اور غلو کو آپس میں مخلوط کرنا کسی مقدمہ کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتا، بلکہ یہ فکر بے شمار عوامل کا نتیجہ ہے کہ جو گذر زمان کے ساتھ وجود میں آئی ہے اور علمی نقطۂ نظر سے بھی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تاریخی مشکلات (بعض اکتشافات کی طرح کہ جو ایک لمحۂ فکریہ میں کشف ہو جاتے ہیں) ایک لمحہ میں پیدا نہیں ہوتے۔

۲۔ تاریخی مشکلات کے وجود میں آنے کے اسباب کو سمجھنا بے حد مشکل ہے اور یہ مشکلات کسی بیماری کی طرح نہیں کہ جس کا سبب آشکار ہو، لہٰذا قارئین متوجہ ہوں گے کہ بعض اسباب اس مشکل کے وجود کا سبب نہیں، بلکہ اس کی وسعت کا سبب ہیں۔

۳۔ تاریخ کے مطالعہ اور اس میں تحقیق ہی کے ذریعہ اس بڑی مشکل (خلط) کے عوامل کو جانا جا سکتا ہے اسی لئے ہم نے شیعیت کے بارے میں وہابی تمام نوشتوں کی طرف رجوع کیا اور سالہا سال تحقیق و مطالعہ کے بعد اس مسئلہ کی تاریخی حیثیت سے آگاہ ہوئے، جس کے بعد ہم نے اس کے وجود میں آنے کے اسباب کو مشخص کیا. اس تحقیق کے نتیجہ میں ہمارے لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہابی فکری نظام کی اس مشکل کی جڑیں عثمانی دور سے متعلق ہیں، کہ جس دور میں وہابیت رونما ہوئی۔

عثمانی حکومت، قدرت حاصل کرنے کے لئے شیعہ صفوی حکومتوں سے شدت کے ساتھ جنگ میں مشغول تھی اس حکومت نے ایرانی شیعوں سے جنگ کے لئے انہیں کافر کہہ کر ان کا خون مباح قرار دیا، اس خبیث منصوبے نے ہندوستان میں بھی لوگوں کے درمیان رخنہ پیدا کیا اور شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ان باتوں سے متاثر ہو کر ایک کتاب بنام ''تحفۂ اثنا عشریہ'' لکھی، جسے عثمانی حکومت نے اہلسنت کے درمیان نشر کیا جس کے ذریعہ شیعوں وسنیوں میں اختلاف پیدا ہوا. یہ کتاب وہابی اہداف کو عملی جامہ پہنانے میں مؤثر واقع ہوئی اور مشکل خلط کی پیدائش میں بھی اس نے خاصا اثر چھوڑا۔

اس کتاب کی تاثیر محبّ الدین خطیب پر (جنھوں نے وہابی فکر کو پیش کیا ہے اور شیعہ شناسی میں ان کی کتابیں وہابی منابع کی حیثیت رکھتی ہیں) ان کی کتاب ''الخطوط العریضة فی دین الامامیه '' (جو تحفۂ اثنا عشریہ کا خلاصہ ہے'' میں نمایاں ہے۔

شیعہ شناسی کے میدان میں تحفۂ اثنا عشریہ کی روش نے وہابی مطالعات پر ہمیشہ کے لئے ایک منفی اثر چھوڑا، جسے احسان الٰہی ظہیر کے نوشتوں میں آسانی کے ساتھ محسوس کیا جا سکتا ہے، گرچہ مورخین اس کتاب کے تالیفی زمانہ کے حالات سے آگاہ ہیں. تمام ہندوستانی مورخین نے کہا ہے کہ یہ کتاب ۱۲ ہجری (جب کہ شیعیت کی طرفداری میں لکھنؤ کی حکومت، اودھ کے بادشاہوں اور اسی حلقہ میں اہل سنت

کے طرفدار بادشاہوں کے درمیان سیاسی جنگ چھڑی تھی) میں منتشر ہوئی اور اس میں کوئی شک نہیں ، کہ ان حالات میں اس طرح کے فرقہ وارانہ نوشتہ، حکومتوں کو اپنے منحوس مقاصد واہداف تک پہنچنے میں کافی مدد کرتے ہیں، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کتب انھیں بادشاہوں کو ہدیہ کے طور پر پیش کی جاتی تھیں۔

محمود شکری آلوسی نے (جنھوں نے کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کا خلاصہ کیا ہے) اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے:

اس کتاب کو زمین پر خدا کے جانشین اور دین کے احیاء میں پیغمبر اکرمؐ کے نمائندہ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں. وہ کہ جو بطریقۂ احسن لوگوں کے حال کی رعایت کرتے ہیں اور دقیق منصوبہ بندی وعمیق بینش کے ساتھ امور کو منظّم کرتے ہیں اور لوگوں کے امور اور ان کی حفاظت میں بہترین ومستحکم روش اختیار کرتے ہیں. اور حکومت کے صالح اور دانشور افراد پر خاص توجہ دے کر انھیں مورد لطف قرار دیتے ہیں .اور وہ امیر مومنان ہیں، جن کی اطاعت سب پر لازم ہے جو دریا وخشکی کے بادشاہ، سلطان ابن سلطان، جنگجو بادشاہ عبدالحمید خان ابن جنگجو، بادشاہ عبد المجید خان ہیں، خدایا! ان کی مدد فرما اور اپنے نام کی تجلیل کے لئے انھیں کامیابی عطا فرما اور اپنے اور ان کے سیاہ دل دشمنوں کے فتنوں کو نابود فرما اور اپنی شمشیر قہر و غلبہ کے ذریعہ ان میں تفرقہ ڈال دے۔[1]

....

(۱) مختصر التحفۃ الاثنا عشریہ، ص ۳ـ۲.

وہ مزید اپنے کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے:

آستانۂ عالی قدر میں اس کتاب کی پیشکش کا مقصد یہ ہے کہ عالی جناب اس کتاب پر کیمیائی نظر ڈال کر اسے قبول فرمائیں گے گویا اسی وقت میری آرزو پوری اور میرا عمل قابل قبول واقع ہوگا۔

اس کتاب کو میں نے ۹ حصوں میں منظّم و مرتب کیا ہے، جس کا پہلا حصہ شیعہ فرقوں اور ان کے احوال سے مخصوص ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ یہ کتاب ایک خاص قسم کے سیاسی حالات میں منتشر ہوئی جس نے وہابی مطالعات اور فکری نظام پر ایسا اثر چھوڑا کہ ابھی تک وہ اس روش پر باقی ہیں اور اس کتاب کے مطالب کا سہارا لیتے ہوئے اہل سنت کے بزرگ علماء کی مخالفت کرتے ہیں. ہاں یہ کتاب سیاست کا نتیجہ ہے اور ہر وہ چیز کہ جو سیاست کے ذریعہ وجود میں آئے سیاست ہی سے ختم ہوسکتی ہے۔

عثمانی حکومت کی سیاست کا تقاضا تھا کہ وہ شیعہ مذہب کو غلط انداز میں پیش کرے، خصوصاً جس وقت ایرانی شیعہ حکومت کے توسط سے بغداد کا تختہ پلٹ گیا تو عثمانی حکومت نے اپنی موقعیت کو خطرہ میں پایا اور انھیں بخوبی اس بات کا علم تھا کہ اہل سنت شیعوں سے جنگ نہیں کرسکتے، مگر یہ کہ شیعوں کو غالی کہہ کر اسلام کے زمرہ سے خارج کر کے انہیں کافر کہا جائے۔

انھیں حالات کے پیش نظر عثمانی سیاست کے نتیجہ میں تشیع اور غالی میں خلط

جیسی مشکل وجود میں آئی اور وہابیوں کے ہاتھوں (کہ جو عثمانی دور کے نوشتوں کا مطالعہ کرتے تھے) اس مشکل میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا لیکن یہ تمام کتابیں نہ علمی تھیں اور نہ ہی تحلیلی، بلکہ صرف اور صرف ان میں تبلیغی پہلو پایا جاتا تھا.اور واضح ہے کہ غیر علمی تبلیغات کا مقصد علمی گفتگو کو ترک کرتے ہوئے دشمن کے چہرہ کو بہر صورت برعکس اور غیر واقعی دکھلانا ہوتا ہے۔

عثمانی حکومت کے خاتمہ پر اہل سنت کے بزرگ علماء نے شیعوں کے مقابلہ میں اپنی قدیم روش کو زندہ کرنے کی ضرورت کو پیش کیا، جبکہ یہ روش عثمانی دور میں ان کی کاوشوں کی وجہ سے ختم ہو چکی تھی۔

ازھر یونیورسٹی کے رئیس اور اہل سنت کے بزرگ عالم محمود شلتوت نے فتویٰ صادر کیا کہ شیعہ مذہب، اہل سنت کے چار مذاہب کی مانند ہے جسے اختیار کیا جاسکتا ہے۔

جو کچھ ہم نے اس مقام پر بیان کیا ہے وہ وہابی نظر میں تشیع و غالی کے مساوی ہونے کا ایک مختصر تاریخی گوشہ ہے، لہٰذا محترم قارئین آئندہ مباحث میں اس بحث کی طرف توجہ دے سکتے ہیں۔

وہابیوں کی تشیع اور غلو میں خلط جیسی مشکل کے حل کے لئے ایک ایسی تحقیق کا منظّم کرنا ضروری ہے جو بحث کے محور میں تفکیک پیدا کی جائے اور پھر ان تمام محوروں پر الگ الگ بحث کی جائے.اس بحث کے محور ہی غلو، امامیہ، امامیہ کا غلو سے ارتباط اور وہابیت جیسے موضوع ہیں.تیسرے محور میں دیکھنا ہوگا کہ آیا تشیع اور غلو میں

مناسبت پائی جاتی ہے، یا ان کے درمیان ایک (نظریاتی) عمیق شگاف ہے۔ اور یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ شیعہ اور غالی ایک دوسرے کے متعلق کیا نظریات رکھتے ہیں؟ چوتھے محور میں یہ تحقیق کرنا ہوگی کہ وہابی کس قدر شیعیت سے آگاہ ہیں؟ آیا وہابی شیعیت کی حقیقت سے باخبر ہیں؟ دیگر مسلمانوں کے مقابل وہابیوں کا رویہ کیا ہے؟ وہابیوں نے غلو کی کیا تعریف کی ہے؟ اور شیعوں میں غلو کی تعریف کیا ہے؟ اہلسنت اور وہابیوں کے درمیان شیعوں کے مقابلہ میں موقف میں فرق کس جگہ سے پیدا ہوا ہے؟ وہابی طرز فکر کس چیز پر استوار ہے؟ اور شیعوں کے مقابل اس طرز تفکر نے وہابیون کے لئے کیا اثر چھوڑا ہے؟

ان چار محور پر تفحص کے بعد مشکل خلط کا دقیق ادراک میسر ہوگا یہ وہی مشکل ہے کہ جس نے مسلمانوں میں تفاہم اور اختلاف ختم کرنے میں دشواریاں پیدا کی ہیں، لہٰذا اس مشکل کو ختم کرنے کے لئے فکر کرنا بے حد ضروری ہے۔

۵۔ تشیع کے متعلق وہابی نوشتوں پر مفصل تفحص اور ان مصنفین کے نوشتوں کی تحقیق کے بعد کہ جو تشیع وغلو میں خلط کا شکار ہیں اس نتیجہ پر پہنچے کہ مصنفین کے چھ گروہ ہیں:

(پہلا) ایسا گروہ جنہوں نے ظالم حکمرانوں (کہ جو ایرانی شیعہ حکومت سے جنگ میں مشغول تھے) کی خشنودی کے لئے کتاب لکھی، لہٰذا ان کی کتابوں میں تبلیغاتی اور امنیتی ڈھانچہ پایا جاتا ہے۔

گویا یہ کتاب شیعیت کی رد میں بیرونی کسی اطلاعاتی ادارہ (جو استعماری طاقتوں کی خدمت میں ہے) کی طرف سے منتشر ہوئی ہے اور سیاست کو نمایاں کرتی ہے اور اس کا مذہب تشیع کے حقائق سے کوئی تعلق نہیں. مصنفین کے اس گروہ (کہ جو حقیقت میں درباری کاتب اور مولف ہیں) نے فتنۂ خلط کو ابھارنے میں کافی حصہ لیا۔

(دوسرا) ایک سادہ گروہ کہ جو پہلے گروہ کے فریب کا شکار ہوا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سادگی کے ساتھ درباری مصنفین کے نوشتوں پر اعتماد کیا، جس کے نتیجہ میں انھیں یقین ہو گیا کہ امامیہ مسلمان نہیں، بلکہ غالی فرقہ کی ایک شاخ ہیں۔

اور جب میں کتاب (ارتباط شیعہ اور غالیان) لکھ رہا تھا تو اسی گروہ میں شامل تھا۔

(تیسرا) یہ گروہ سادہ فکر تو نہیں تھا لیکن یہ لوگ دقت نظر بھی نہیں رکھتے تھے لہٰذا نادانستہ، خلط جیسے مرض میں مبتلا ہو گئے اور جو چیزیں غلو نہیں ہیں، انھیں غلو قرار دیا اور جو باتیں مذہب امامیہ میں نہیں تھیں، ان کو بغیر کسی برہان اور دلیل کے امامیہ سے منسوب کیا. یہ شیعہ کتب کا دقیق مطالعہ نہ کرنے کی بنا پر حقائق کو برعکس سمجھتے ہیں اور شرک و توحید میں خلط کرتے ہوئے شیعہ کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

یہ لوگ شرک اکبر (جو انسان کو اسلام سے خارج کرتا ہے) اور شرک اصغر (جو بے شمار مسلمانوں میں پایا جاتا ہے لیکن انسان اسلام پر باقی رہتا ہے) اور کفر کے مراتب میں فرق نہیں جانتے، لہٰذا وہ کفر جو اسلام سے خارج ہونے کا سبب نہیں

ہے اسے اس کفر، کہ جو انسان کو اسلام سے خارج کرتا ہے، مشتبہ کر دیتے ہیں اور جو فرقے ان کے مخالف ہیں انھیں ارتداد و کفر سے متہم کر کے اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔

(چوتھا) ایسا گروہ جن کے مذہبی افکار حزبی افکار کی طرح ہیں کہ جو مخالف کی ہر بات کو محکوم کرتے ہیں اور دوسرے مذہب کے بارے میں بحث و تحقیق، حتی کسی طرح کی معمولی شناخت کے بغیر قضاوت کرتے ہیں اور تمام مخالفین پر خط بطلان کھینچتے ہیں. یہ لوگ ہر مخالف آواز کو غلو تصور کرتے ہوئے انھیں رد کر دیتے ہیں۔

(پانچواں) ایسا گروہ کہ جنھیں وہابیوں پر شیعوں کے اعتراضات برداشت نہیں اور اشکالات کا جواب دینے کے بجائے آنکھیں بند کئے ہوئے وہابیت کا دفاع کرتے ہیں، لہٰذا مجبور ہیں کہ بے شمار شیعہ و سنی مسلّمات سے انکار کریں۔

درحقیقت ان کا وہابیت سے تعصب آمیز دفاع انھیں منطقی اور عقلانی حالت سے نکال کر عاطفی موقف میں لا کھڑا کرتا ہے. شیعوں کے اعتراضات کا جواب دینے کے بجائے شیعیت کو متہم کرتے ہیں اور فرقہ شناسی کی کتابوں میں جن باتوں کی نسبت غالیوں کی طرف دی گئی ہے ان ہی باتوں کو شیعوں سے منسوب کرتے ہیں اس گروہ نے خلط جیسی بیماری کو بڑھانے میں کافی حصہ لیا ہے۔

جب وہابیوں نے شیعہ اور بعض سنیوں کی طرف سے قوی اور علمی اعتراضات کا سامنا کیا، تو چونکہ انھیں حل کرنے سے عاجز ہیں اور انھیں اپنی فکری

کمزوری کا علم تھا، لہٰذا آنکھیں بند کر کے اپنی تمام طاقتوں کو وہابیت کے دفاع میں متمرکز کیا جن کا مقصد صرف اور صرف شیعہ حقائق کو برعکس دیکھانا تھا۔

ان کا ہدف اپنی دفاعی موقعیت کو مضبوط کرنا تھا لہٰذا انھوں نے اپنے مقصود تک پہنچنے کے لئے کسی کام سے دریغ نہیں کیا. امامیہ کی تخریب کرنا ان کی دفاعی تدبیر ہے. انھیں مذہب تشیع کے حقائق سے کوئی تعلق نہیں تھا صرف اور صرف اس مذہب کی تحریف کر کے اپنی دفاعی دیواریں مضبوط کرنا چاہتے تھے۔

(چھٹا) شیعیت کی مخالفت میں مصنفین کا خطرناک ترین گروہ، وہ لوگ ہیں جنھوں نے خود کو وہابیوں کی صف میں قرار دیا ہے جب کہ وہابی اور سنی دونوں ان سے بیزار ہیں. جب اہل سنت ان کی بدنیتی (یعنی قدرت، شہرت اور پیسہ حصول کی نیت) سے آگاہ ہوئے تو انھیں اپنی بزم سے دور کر دیا. پھر یہ لوگ وہابی گروہ سے جا ملے تا کہ اپنے مقاصد تک پہنچ سکیں۔

عبداللہ علی قصیمی کا اسی گروہ میں شمار ہوتا ہے اس نے سعودی کا سفر کیا لیکن علمائے ازھر نے کسی اختلاف کی بنا پر اسے اپنی بزم سے نکال باہر کر دیا پھر اس نے ایک کتاب بنام ''انقلاب وہابیت'' لکھی جس سے وہابی مسرور اور اہل سنت جواب دینے پر مجبور ہوئے، اس کے بعد اس نے ایک اور کتاب لکھی جس کا نام ''اسلام اور بت پرستی کی لڑائی'' رکھا گیا اور اس کتاب میں شیعوں کو بت پرست کا نام دیا گیا جس سے وہابی خوشحال ہوئے، لیکن ان کتابوں کے لکھنے کے بعد اس نے آشکارا

طور پر اپنے کفر کا اظہار کیا اور الٰہی ادیان کا منکر ہو کر انبیاء کی توہین کی، لہٰذا وہابیوں نے بھی اسے نکال باہر کر دیا، لیکن جو شیعیت کی برعکس تصویر اس نے پیش کی اس کا اثر آج تک باقی ہے۔

(٦) قرن اول اور اس سے کچھ پہلے رائج بعض کلمات میں جو ابہام تھا اس ابہام نے مشکل خلط کی اشاعت میں اپنا کافی اثر چھوڑا اس دوران لفظ تشیع کئی فرقوں کے لئے استعمال ہوتا تھا جن سے واقعی تشیع (امامیہ) بیزار تھے اس تاریک ماحول نے دشمنان امامیہ کے لئے زمینہ ہموار کیا تا کہ وہ شیعیت پر ثقافتی یلغار کریں اس طرح تشیع کو غالی کا نام دیتے ہوئے ان پر بے شمار جدید تہمتیں لگائی گئیں۔

اس مفہوم تشیع (کہ جو کئی فرقوں پر دلالت کرتا ہے) اور مفہوم امامیہ (کہ جو صرف ایک فرقہ سے مخصوص ہے)، میں خلط کی وجہ سے غیر امامیہ کے غلط آراء و نظریات (جن پر عقیدہ رکھنا شیعہ وسنی کے نزدیک کفر ہے) امامیہ کی طرف منسوب کئے گئے۔

اور واضح ہے کہ اگر کلمات کے معانی اور ان کے دائرہ مفہوم کو معین نہ کیا جائے، تو یہ کلمات سادہ لوح افراد اور سوء استفادہ کرنے والوں کا بازیچہ قرار پاتے ہیں۔

(٧) وہابیوں میں شیعہ اور غالی کو یکسان جاننے کی اشاعت کا ایک سبب، شیعہ نشین شہر کوفہ میں بعض غالیوں کا وجود ہے جو کہ پہلی ہجری میں وہاں زندگی بسر کر رہے تھے، تاریخ کے شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ کافی کم تعداد میں تھے اور اس

زمانے (حتیٰ اس کے بعد) کے شیعہ معاشرے نے بھی ان کا بائیکاٹ کر دیا تھا، یہاں تک کہ آہستہ آہستہ ان کی نسل ختم ہوگئی اور اصولی طور پر جن مناطق میں لوگوں کے دلوں میں تشیع نے اپنے لئے جگہ بنائی، مذہب غلو کے پیرو، اس علاقہ کو ترک کرنے پر مجبور ہوئے. انشاء اللہ آئندہ مباحث میں اس مسئلہ پر وضاحت دی جائے گی۔

(۸) اہل بیت علیہم السلام پر عباسی اور اموی حکومتوں نے شکنجہ، ڈرانے دھمکانے، اور قتل جیسی سیاست روا رکھی، جب کہ اہل بیت علیہم السلام مسلمانوں میں بلند و بالا مقام کے حامل تھے، لہٰذا اگر ظالم بادشاہوں کے ذریعہ اس زمانے کے مظلوم شیعوں پر بھی چند برابر ظلم روا رکھا جائے اور انھیں طرح طرح کی کفر آمیز باتوں سے متہم کیا جائے تاکہ ان پر ظلم کا جواز پیدا ہو سکے مخصوصاً اس وقت کہ جب مظلوم دفاع پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

(وہ اسباب جن کی بنا پر وہابیت میں شیعہ و غالی کے درمیان خلط جیسا مرض وجود میں آیا اور اس کی اشاعت ہوئی)

ہم گذشتہ مباحث میں عرض کر چکے ہیں کہ اس افراطی تفکر کا پہلا سبب شیعوں سے وہابیوں کا آگاہ نہ ہونا ہے اور یہ آگاہی نہ رکھنا تین چیزوں سے مربوط ہے:

۱۔غلو کے معنی سے مطلع نہ ہونا۔

۲۔تشیع کے معنی سے آگاہ نہ ہونا۔

۳۔غلو اور غالیوں کے مقابلہ میں امامیہ کے ردعمل سے مطلع نہ ہونا۔

ہم اس کتاب میں صرف پہلے نکتہ کو تفصیلی طور پر بیان کریں گے بقیہ مطالب کو دوسری کتاب بنام ''دیدگاہ امامیہ دربارۂ غلو و غالیان'' میں تفصیل کے ساتھ پیش کریں گے۔

(غلو کے معنی سے آگاہ نہ ہونا)

غلو ایک ایسی چیز ہے کہ جسے تمام اسلامی مذاہب نے رد کیا ہے اور کسی بھی فرقے کے لئے غلو قابل قبول نہیں اور تمام مذاہب کی غلو کے مقابل اس قہر آمیز نظر کی دلیل قرآن اور سنت پیامبر اسلام کا انتباہ ہے. کیونکہ ہمیشہ ان دو منابع نے ہمیں متوجہ کیا کہ ادیان میں انحراف اسی غلو کی وجہ سے وجود میں آتا ہے. غلو اور انحراف کا وجود ایک ساتھ ہے، لہٰذا ہر انحراف میں ایک طرح کا غلو پایا جاتا ہے اور یہ بات تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ وہ فرقے جن میں اسلامی رنگ پایا جاتا ہے لیکن وہ

اسلامی حقیقت سے بہت دور ہیں ان کے اس انحراف کی وجہ غلو کی طرف تمایل ہے۔

اس مرحلہ میں نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ قرآن وسنت کی رو سے غلو اور اس کے خطرناک نتائج کو بیان کریں اور نہ ہی ہمارا مقصد غالی فرقے ہیں، بلکہ ہمارا مقصد ان کی جڑیں اور ان پر مجوسی، یہودی، اور مسیحی اثرات کو بیان کرنا ہے اور ہماری تحقیق صرف اس موضوع کے متعلق ہوگی کہ جو ہمارے ہدف سے مرتبط ہے اور جس کے متعلق دوسرے مقامات پر تحقیق نہیں ہوئی. اور وہ موضوع وہابی تحقیق میں غلو کی تعریف اور اس کا مفہومی مقام ہے۔

وہابیت کے ۱۸۰۰ء میں وجود میں آنے سے آج تک ان کے یہاں مفہوم غلو کی عجیب وغریب تعریف رائج ہے (کہ جس کا سنی اور امامیہ نظریہ سے کوئی تعلق نہیں) ایک ایسی تعریف جس کا انجام صرف اور صرف تمام مذاہب کو غلو سے متہم کرنا ہے مجھے پوری طرح یاد ہے کہ جب میں سعودی عرب کے ایک وہابی مدرسہ میں علم حاصل کر رہا تھا تو وہاں غلو کو ہماری اس طرح بیان کیا گیا کہ حتی تمام اہلسنت (جو اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں) اس کلمہ کے غلط معنی کی زد میں آگئے، اور مذہب امامیہ کی تو بات ہی نہیں (وہ تو وہابیوں کی نظر میں غالی کہلاتے ہی ہیں)۔

اس تدریسی اور تبلیغی روش نے مجھ پر اور دیگر طلبہ پر بے حد غلط اثر چھوڑا ان غلط تبلیغات کا پہلا منفی اثر یہ تھا کہ ہم ان فرقوں کو مشرک، غالی، کافر فرقے جاننے لگے، جس کے نتیجہ میں نہ ان کے آراء اور عقائد کا مطالعہ کرتے، اور نہ ہی ان کے بارے میں تحقیق

کی جاتی، بلکہ ان فرقوں کے علماء سے متنفر اور ان سے گفتگو کو بے اہمیت سمجھتے تھے۔

معاصر سنی دانشور یوسف قرضاوی اس افسوسناک حالت کی (کہ جو وہابی حسد اور کینوں سے وجود میں آئی) یوں تصویر کشی کرتے ہیں:

اسلامی آداب و رسوم کو برعکس بتلانے اور دینی علامتوں کو ختم کرنے اور مذہبی اقدار غلط انداز میں پیش کرنے سے دشمنان اسلام فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ انھیں کاموں میں بعض مسلمان مشغول ہیں۔

گذشتہ سال جب سعودی عرب گیا تو ایک افسوسناک حالت سے روبرو ہوا. کچھ ایسی کتابیں چھاپی گئی تھیں کہ جن کے ذریعہ علماء اور دانشوروں پر تہمت لگا کر ان پر لعن طعن بھیجی گئی تھی، ان کتابوں کے لکھنے والے افراد، سلفیہ (وہابیت کی بنیاد رکھنے والے) سے وابستہ تھے. ان لوگوں نے معاصر و گذشتہ تمام علماء پر تہمتیں لگا کر، ان پر سب وشتم کی، ہر ایک پر تنقید کی، چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ۔[۱]

معاصر سنی امام محمد غزالی نے بھی وہابی فکر کو نامانوس فہم قرار دیا ہے۔[۲] وہ اسے اسلام کا سخت ترین دشمن سمجھتے ہیں: اسلامی رجحان کے بڑھاوے کو کئی طرف سے چیلنج کا سامنا ہے، جن میں سے ایک طرح کا چیلنج، مذہبی تفکر کا سخت قسم کی شدت پسندی کے لباس میں پایا جانا، جس سے حتی سچے گذشتہ سلفیین بھی بیزار ہیں۔[۳]

....

(۱) الشیخ الغزالی کما عرفتہ رحلۃ نصف قرن، یوسف القرضاوی، ص ۲۶۳.

(۲) ھموم داعبہ، محمد غزالی، ص ۱۵۲. (۳) سرّ تأخر العرب، محمد الغزالی، ص ۵۲.

وہابیوں کے لئے کیا اچھا ہوتا، کہ وہ ان باتوں پر بھی توجہ دیتے اور اپنے فہم و ادراک کو غلو کے معنی تنقید اور اس کی تفسیر میں استعمال کرتے، چونکہ جب تک انسان خود پر نقد نہ کرے تب تک کسی بھی مسئلہ میں تجدید نظر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ صحیح وغلط میں تمیز کرسکتا ہے۔

جن اہم نکتوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ، کہ کلمۂ غلو دو جگہ استعمال ہوتا ہے ایک فقہ میں، اور دوسرے علم حدیث میں، اور غلو کے فقہی معنی انسان کو وادی کفر وارتداد تک لے جاتے ہیں لیکن تاریخ اور حدیث میں لفظ غلو جن راویوں کے لئے استعمال ہوا اس معنی میں اور فقہی معنی میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔

شہرستانی اشعری لکھتے ہیں: غالی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پیشواؤں کے لئے افراط سے کام لیا اور ان کے مقام کو حد سے زیادہ بلند قرار دیا یہاں تک کہ انھیں عبودیت سے خارج کر کے خدا کہنے لگے بعض وقت اپنے رہبروں کو خدا سے اور خدا کو رہبروں سے تشبیہ دیتے ہیں. ایک طرف سے افراط، تو دوسری طرف سے تفریط کے شکار تھے اس قسم کی باتوں کا سرچشمہ، انسان میں خدا کا حلول جیسی فکر، تناسخ، اور یہود ونصاری کا کلام ہے۔[1]

اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلو کہ جس کا نتیجہ کفر وارتداد ہے اس کے دو اسباب ہیں:

....

(۱) الملل والنحل

۱۔انسان کی الوہیت، اورانسان کو بڑھا کر مقام الوہیت تک پہنچانا۔

۲۔خدا کے مقام کو گھٹا کر بشریت کے مقام تک لے آنا۔

ظاہر ہے کہ انسان میں خدا کا حلول یعنی خدا کے مقام کو گھٹا کر اسے بشریت کے مقام تک لے آنا ہے اورانسان کی ازلیت یعنی اسے مقام الوہیت تک بلند کرنا ہے.غالی فرقوں میں مختصر سی تحقیق کے بعد ان کے افکار میں ان دونوں رکنوں کو بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔

لیکن جو غلو علم حدیث میں بیان ہوا ہے اور بعض راویوں کے لئے اس کا استعمال ہونا فقط اسلامی فرعی مسائل سے مربوط ہے اور اس کا اصلی مسئلہ سے نہ کوئی ربط ہے اور نہ ہی اس کا نتیجہ، ارتداد و کفر ہے.ان دو نکات میں جدائی نہ کرنے کے سبب وہابی ان خطاؤں میں مبتلا ہوئے۔

معاصر وہابی مصنف عبد الرحمٰن عبد اللہ زرعی اپنی کتاب رجال الشیعہ فی المیز ان میں اس غلطی کا شکار ہوئے ہیں اور وہ ان دو نکات میں جدائی نہیں کر سکے. اگر اہل سنت کی ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے جو علم رجال سے مخصوص ہیں تو معلوم ہوگا کہ کلمۂ غلو کو انھوں نے ان افراد کے لئے استعمال کیا کہ جن میں افضلیت صحابہ پر نظریاتی اختلاف ہے، لہٰذا اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوا کہ معاذ اللہ وہ ان افراد کو خدا کہنا چاہتے ہیں. آہستہ آہستہ غلو کے جو مفہوم اہل سنت کے یہاں رائج ہوئے، وہابی اس مفہوم سے دور ہوتے گئے اور اس کے حدود کو اتنا بڑھایا کہ اہل سنت بھی

اس فتنہ میں مبتلا ہوئے اور وہابی، شیعہ اور سنی دونوں فرقوں کو غالی قرار دینے لگے اور انھوں نے تمام غیر وہابی فرقوں کو غلو کی تہمت میں لپیٹ لیا۔

(غلو کے مفہوم کو وسعت دینے کا انجام)

غلو کے مفہوم کو وسعت دینے کا واضح اثر وہابیوں کے اس کردار سے ظاہر ہوتا ہے، کہ جسے وہ اپنے مخالفین کے ساتھ بعض اختلافی مسائل میں اپنائے ہوئے ہیں، چونکہ وہابی اپنے مخالفین پر غلو کی تہمت لگاتے ہیں اور بعض مسائل میں خود ساختہ فتنہ (غلو سے مقابلہ کے نام پر) پیدا کرتے ہیں، لہٰذا ان فتنوں میں سے بعض کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔

۱۔ خدا کی صفات خبریہ کے متعلق فتنہ برپا کرنا۔

وہابی ہر اس شخص پر غلو کی تہمت لگاتے ہیں جو خدا کی صفات خبریہ میں ان کا مخالف ہوں، لہٰذا انھوں نے سینکڑوں جلد کتابیں شیعہ اور سنی دونوں کی رد میں لکھی ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک عظیم فتنہ پیدا ہو گیا۔

الٰہی صفات کے ذریعہ مسلمانوں میں اتحاد کے بجائے وہابیوں کی وجہ سے اختلاف وجود میں آیا. معاصر سنی دانشور محمد عادل عزیزہ نے وہابیوں کو یہ سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ غالی نہیں ہیں. اور اگر انھیں غالی فرض کر لیا جائے تو ابن کثیر دمشقی (کہ جو وہابیوں کے نزدیک ایک خاص احترام رکھتے ہیں) کو غالی کہنا ہوگا، کیونکہ انھوں نے بھی الٰہی صفات میں وہابی روش پر عمل نہیں کیا۔

تمام شیعہ اور سنی علماء، الٰہی صفات سے مربوط آیتوں کی تاویل کرتے ہیں اور اسے غلو نہیں کہتے، اور نہ ہی غلو اور تاویل میں کسی قسم کا ربط پایا جاتا ہے، لہٰذا وہ وہابی روش پر سختی کے ساتھ تنقید کرتے ہیں۔

محمد عادل عزیزہ نے صفات الٰہی سے مربوط آیات کے بارے میں ابن کثیر دمشقی کے نظریہ کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں آپ اپنے ہدف کو یوں بیان کرتے ہیں:

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف، کشیدگی اور کینہ کم ہو جائے، کیونکہ دور حاضر میں وہابیوں کی جانب سے بے شمار اہل سنت علماء پر (الٰہی صفات سے مربوط آیات میں ان کے نظریات کی وجہ سے) کفر اور دیگر تہمتیں لگائی جا رہی ہیں۔[1]

ہر وہ شخص جو اس کتاب کا مطالعہ کرے، اس کے لئے واضح ہو جائے گا کہ صفات الٰہی سے مربوط آیات میں آپ کی روش وہابیوں کی روش سے الگ ہے آپ اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

یہ مختصر رسالہ کہ جس میں آیات صفات کے متعلق ابن کثیر سلفی کے متفرق کلمات پائے جاتے ہیں ایک آزاد فکر مسلمان کو کنٹرول کر سکتا ہے جس سے وہ جس شخص کا کلام ابن کثیر سے مشابہ ہو، اسے فوراً مرتد نہ کہنے لگے، کیونکہ خود ابن کثیر تمام لوگوں کے نزدیک علم، دقت اور سلامت جیسے صفات سے جانے جاتے ہیں۔

....

(۱) عقیدہ الامام الحافظ ابن کثیر فی آیات الصفات، ص ۷.

ابن کثیر نے ابن عباس سے آیہ: ﴿یوم یکشف عن ساق﴾ کی تفسیر پوچھی تو آپ نے جواب دیا، یعنی یکشف عن أمر عظیم[۱] لہذا ہمارا سوال یہ ہے کہ کیوں صفات الٰہی کی آیات میں تاویل کرنے سے وہابی ہمیں غالی کہتے ہیں؟ جس کے سبب، اٹھارہویں صدی سے آج تک دونوں فرقوں پر ناروا تہمتیں لگائی جا رہی ہیں. بہت سارے شیعہ اور سنی دونوں کے اقوال سے اس المیہ کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دور حاضر سنی دانشور ڈاکٹر محسن عبد المجید اس سانحہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

موجودہ دور میں ہم نے ایک طرز تفکر کا مشاہدہ کیا کہ جس سے ظاہر تو یہ تھا کہ اس گروہ سے متعلق افراد کا کام اسلامی معاشرے میں عقیدہ کی اصلاح اور شرک جیسے ظواہر سے مقابلہ کرنا ہے، لیکن انھوں نے صفات الٰہی سے مربوط آیات میں بے نتیجہ بحث کے ذریعہ علمی مراکز کو پر کر رکھا ہے. یہی باتیں تھیں کہ جس کی وجہ سے میں نے ان آیات پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کی۔[۲]

شروع ہی سے اس وہابی فتنہ نے بے شمار دانشوروں کو منحرف کیا ہے معاصر سنی متفکر ڈاکٹر محمد عیاش کبیسی فرماتے ہیں:

....

(۱) گذشتہ حوالہ، ص ۸.

(۲) مقدمہ کتاب تفسیر آیات الصفات.

اس وہابی فتنہ کی وجہ سے میں نے اپنے ڈاکٹریٹ کی تھیسس (Thesis) کا موضوع اسی بحث کو قرار دیا ہے تاکہ قرآن وحدیث میں صفات خبری کے متعلق تمام گذشتہ اور حاضر علماء کے اقوال کی تبیین کے ساتھ ساتھ، استقراء تام کرسکوں. یہ تحقیق ہمارے اس بات کا موقع فراہم کرتی ہے کہ ہم آیات صفات کی تفسیر میں اختلاف کو قبول کریں اور اس اختلاف کو ایمان وکفر اور توحید وشرک کا معیار قرار نہ دیں[1]

اور خود میرا بھی یہی نظریہ تھا کہ آیات صفات میں اگر کسی کا اعتقاد وہابیوں جیسا نہ ہو تو وہ گمراہ اور غالی ہے اور اپنے اس اعتقاد کو صحیح جانتا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے اس وقت کہ جب ۱۹۸۸ء ابن سعود یونیورسٹی میں مشغول تحصیل علم تھا. تمام اہل سنت پر (کہ جن کی رائے وہابی نظر سے مخالف تھی) تنقید کرتا تھا اور عبد الفتاح، ابو غدہ، محمد غزالی مصری، محمد علی صابونی، حسن البناء اور ایسے دسیوں افراد جو آیات صفات میں وہابی نظریہ سے الگ نظریہ رکھتے تھے، ان سے بیزاری کا اظہار کرتا تھا. اور اب جب کہ وہابیت سے نجات پا چکا ہوں تو مجھے اس نظریہ کے انجام کا علم ہے. میں نے بارہا وہابیوں سے گفتگو کی اور اس گفتگو میں میرا طریقۂ کار یہ رہا کہ ان افراد کے کلام کو پیش کیا جائے جن سے وہابی مانوس ہیں کیونکہ براہ راست ان کے سامنے نہ شیعہ عالم شیخ طوسی کا نام لیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کا عقیدہ بیان کرنا ممکن ہے کیونکہ وہ شیخ طوسی کا نام سننے کی تاب نہیں رکھتے، لہذا سب سے پہلے ابن کثیر جیسے

....

(۱) العقیدۃ الاسلامیہ فی القرآن ومناہج المتکلمین، ص۱۲۲.

لوگوں کا عقیدہ بیان کیا جائے جس کے بعد شیخ طوسی کا کلام سننے کے لئے راستہ ہموار ہوگا، البتہ یہ روش ان وہابیوں کے لئے کارآمد ہے کہ جو متعصب نہیں، بلکہ اپنے سادہ پن کی وجہ سے وہابی ہو گئے ہیں اور ہماری یہ گفتگو اسی قسم کے افراد کے لئے ہے. یہی وہ گروہ ہے کہ جس کا معالجہ ضروری ہے اور ہمیں ایک طبیب کے مانند ان کے ساتھ پیش آنا ہے تا کہ پوری سعی و کوشش کے ساتھ انھیں اس بیماری سے نجات دے سکیں۔

یہ وہ وہابی ہیں کہ جو غلط تعلیمات کے نتیجہ میں ہر مخالف آواز کو کفر اور غلو سمجھتے ہیں جب کہ انھیں اس بات کا علم نہیں کہ یہ ان کے بیمار ذہن کے خود ساختہ خیالات اور اوہام ہیں۔

خود بندۂ حقیر بھی سالہا سال انھیں اوہام میں مبتلا رہا، سوچتا تھا کہ دوسرے تمام لوگ غلو میں گرفتار ہیں اور ہم ہی وہ ہیں کہ جنھوں نے نجات حاصل کی. میں نے خود کو ایک طبیب تصور کیا، جو غلو میں گرفتار مریض کا علاج کرنا چاہتا ہے۔

اس علاج کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے ایک کتاب بنام ''الصلة الاثنی عشریه و فرق الغلاة'' لکھی لیکن اس کی اشاعت سے کچھ ہی پہلے ایک غیر متوقع واقعہ پیش آیا جس سے مجھے پتہ چلا کہ میں طبیب نہیں، بلکہ بیمار ہوں اور خود مجھے علاج کی ضرورت ہے اور میرا علاج صرف امامیہ (کہ جنھیں غالی تصور کرتا تھا) کے ہاتھوں ہوسکتا ہے، لہٰذا حالات برعکس ہو گئے، جو شخص آج تک خود کو مسیحا سمجھتا تھا آج وہی بیمار ہے۔

میری مثال اس ڈاکٹر جیسی تھی کہ جو سخت دماغی وائرس میں مبتلا ہو اور تمام لوگوں کو کینسر میں مبتلا سمجھتا ہو لیکن جب یہی ڈاکٹر کینسر کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر کا مریض قرار پایا تو سمجھ میں آیا کہ خود یہی ڈاکٹر بیمار ہے جو دوسروں کو بیمار سمجھتا رہا ہے لہٰذا اب یہ (پہلا) ڈاکٹر، ڈاکٹر نہیں رہا بلکہ بیمار کی حیثیت سے زیر علاج قرار پایا۔

اور آج اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ امامیہ غلو میں مبتلا نہیں بلکہ یہ وہابی ہیں کہ جو اس خطرناک مرض (تشیع اور غلو کو یکساں تصور کرنے) میں مبتلا ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ خود کو جتنا جلد ہو سکے اس مرض سے نجات دلائیں۔

کیونکہ میں اکثر وہابیوں کو سادہ لوح بیمار (نہ متعصب) فرض کرتا ہوں نہ ہٹ دھرم متعصب، لہٰذا میرا ان کے ساتھ ایک ڈاکٹر جیسا رویہ ہوتا ہے اور کوشش کرتا ہوں کہ انھیں خلط جیسے مرض سے نجات دلا سکوں اور واضح ہے کہ یہ کام خوش اخلاقی کے بغیر ممکن نہیں، ﴿ولو كنت فظاً غليظا القلب لا انفضوا من حولك﴾[1]

نفسیاتی بیمار کا بدکلامی سے علاج نہیں کیا جا سکتا اور وحدت مسلمین کے معنی بھی یہی ہیں یعنی ایسی راہ کا انتخاب جس میں صلح وسلامتی کے ساتھ فریقین زندگی گزاریں اور تعصب کو برطرف کرتے ہوئے، آپسی تفاہم کے سایہ میں علمی گفتگو کی جائے، نہ یہ کہ ایک دوسرے کے افکار سے متاثر ہو کر اپنے عقائد سے دستبردار ہو جائیں۔

....

(۱) سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۹. اگر تم بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے.

۲۔ وہابیوں کا بعض اعتقادی مسائل میں غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں (جنھیں وہ اصول دین شمار کرتے ہیں اور ان کے یہاں کفر وایمان کا معیار ہیں) جب کہ ان کا شمار عقائد کے فرعی مسائل میں ہوتا ہے اور ان میں تحقیق و بحث کی گنجائش ہے۔

وہابیوں کے نزدیک فرعی اعتقادی مسائل اور اصول عقائد میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا لہٰذا اعتقادی مسائل میں جو بھی ان سے مخالف ہو اسے غالی کا نام دیتے ہوئے اسلام کے دائرہ سے خارج کرتے ہیں۔

وہابی تمام اعتقادی مسائل کو اصول دین میں شامل کرتے ہیں جب کہ اصول دین سے مربوط تمام مسائل اعتقادی ہیں لیکن ہر اعتقادی مسئلہ اصول دین میں شامل نہیں ہے. لہٰذا ان دونوں میں خلط صحیح نہیں. وہابی اسی مطلب کو مدنظر رکھتے ہوئے شیعوں کے ساتھ کسی بھی قسم کے سمجھوتے کو محال سمجھتے ہیں، کیونکہ ان کے یہاں تمام اختلافات گویا اصول دین میں اختلاف کا سبب بنتے ہیں۔

ناصر قفاری اپنی کتاب ''مسألة التقریب'' میں اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان دونوں مذاہب کے تفاہم کو غیر ممکن جانتے ہیں جب کہ ان میں سے بے شمار مسائل کا شمار طرفین کے نزدیک ارکان میں نہیں ہوتا ہے۔[1]

....

(۱) فرعی اعتقادی مسائل کا جز ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وحدت کی خاطر ہم ان مسائل سے چشم پوشی کرلیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ جب ان کا شمار اصول دین ہی میں نہیں، تو ان کے متعلق تحقیق یا انکار کرنا کفر ظاہری کا سبب نہیں بنتا۔

بلکہ یہ وہ مسائل ہیں کہ جنھیں سنی اصول دین میں شامل نہیں کرتے یا یہ ایسے فقہی مسائل سے تعلق رکھتے ہیں کہ جن کا عقیدہ سے کوئی ربط نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں محمد عبد الحلیم حامد جو وہابیوں کے نزدیک معتبر شخصیت ہیں، فرماتے ہیں:

اعتقادی مسائل کو اصولی مسائل کا نام دینا ایک نئ ایجاد ہے، متکلمین اور بعض فقہاء نے دینی مسائل کو دو قسموں یعنی اعتقادی اور عملی مسائل میں تقسیم کیا ہے، کیونکہ فقہی علمی مسائل اعتقادی مسائل کی فرع ہیں لہٰذا ان کا نام فروع (اصول کے مقابل) رکھا گیا اور یہی تعبیر اہل سنت کے یہاں گذر زمان کے ساتھ ساتھ رائج ہوگئی، لیکن اس کی اس وجہ تسمیہ کو بھلا دیا گیا اور جب اعتقادی مسائل پر اصول دین کا اطلاق ہوتا ہے تو عمل کے مقابل عقیدہ کی اہمیت کو گوشزد کرنا مقصود ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اعتقادی مسائل کے درمیان اعتقادی فروعات نہ پائے جائیں۔[1]

آپ اس بحث کو ابن تیمیہ کے کلمات سے ماخوذ سمجھتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کا ایک طویل کلام نقل کرتے ہیں کہ اصول دین اور اعتقادی فرعی مسائل کو آپس میں مخلوط نہیں کرنا چاہئے۔

خدا کا شکر ہے کہ میں نے شیعہ سنی اور وہابیوں میں اختلاف ختم کرنے میں بے شمار کوششیں کی ہیں، جبکہ روز بروز میرے اطمینان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے کہ

....

(۱) معا علی طریق الدعوۃ، ص ۱۳۷۔۱۳۴۔

اس اختلاف کی آگ میں ایندھن کا کام کرنے والے خود وہابی ہیں. ان کی کوئی ایسی کتاب نہیں کہ جس کا میں نے حوصلہ کے ساتھ مطالعہ نہ کیا ہو ان تمام کتابوں سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس فتنہ کی جڑ خلط جیسی مشکل ہے. ایک وہ خلط کہ جو شیعہ و غلو کے درمیان واقع ہوا اور دوسرا خلط وہابیوں کا اصول دین اور فرعی مسائل میں ہے، چونکہ خلط میرے نزدیک ایک روحی اور فکری بیماری ہے (جس میں، میں خود مبتلا تھا) لہذا میں نے اس کی پیدائش کے عوامل اور اس کے علاج کے ذرائع پر تحقیق کی۔

اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے درمیان فتنہ اور قتل و غارت گری، احسان الٰہی ظہیر جیسے وہابی نوشتوں کے اثرات ہیں. اس فرقے کے ماننے والوں نے شیعوں (حتیٰ غیر وہابی دوسرے تمام فرقوں کو) اور غالیوں کو ایک دکھلانے کے لئے ہزارہا کتابیں اور مقالے لکھنے کے ساتھ انٹرویو بھی دیئے، حقیقت میں یہی لوگ خلط جیسی بیماری میں مبتلا ہیں اور انھوں نے ہی امامیہ، سبائیہ، اور غالیوں میں خلط کیا ہے وہ شرک، اسلام، کفر اور ایمان، میں تمیز نہیں کر سکے، گویا پاک و صاف پانی کو خاک اور نجاست سے آلودہ کیا ہے. یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم سادہ فکر وہابیوں کو اس مہلک بیماری سے نجات دیں، لہذا یہ کتاب شیعوں اور وہابیوں کے درمیان صحیح طرز گفتگو کو پیش کرتی ہے۔

مثلاً جب ایک وہابی سے پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد انھیں وسیلہ قرار دینے کے متعلق گفتگو کرنی ہو تو سب سے پہلے یہ واضح کرنا ہوگا کہ آیا یہ مسئلہ اصول دین

سے مربوط ہے یا فروع دین سے؟ اگر وہ اسے اصول دین میں قرار نہ دیں تو اس موضوع کے بارے میں گفتگو کفر وشرک میں مبتلا ہونے اور اسلام سے خارج ہونے کا سبب نہیں ہوگی لیکن اگر انھوں نے اسے اصول دین میں قرار دیا تو انھیں بتلانا ہوگا کہ ان کے بزرگ علماء نے اعتقادی مسائل کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔اصول. ۲۔فروع. اور ہر اعتقادی مسئلہ اصول دین میں شامل نہیں.اور اہل سنت کے چار فرقوں میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ کو اصول دین میں قرار نہیں دیا۔

لہٰذا اس مقام پر اپنے مطلوب کو ثابت کرنے کے لئے ان افراد کے اقوال کو پیش کیا جا سکتا ہے جو وہابیوں کے نزدیک موثق و معتبر ہیں۔

شیخ حسن البناء اس بارے میں فرماتے ہیں: دعا اور توسل اگر مخلوقات کے ذریعہ ہو تو یہ ایک فرعی مسئلہ ہے اور قابل بحث و تحقیق بھی، یہ اعتقادی مسائل میں شامل نہیں ہے۔[۱] اور جب ان کے لئے یہ ثابت ہو جائے، کہ توسل ایک فرعی مسئلہ ہے تو اس وقت گویا ہم نے خود کو کفر وشرک جیسی تہمتوں سے نجات دے لی. کیونکہ ایک فرعی مسئلہ میں اختلاف سے کوئی بھی کافر نہیں ہوتا۔

معاصر سنی امام محمد غزالی توسل کے باب میں وہابی تہمتوں کو غیر معقول جانتے ہیں۔[۲]

....

(۱) بیس اصولوں میں سے پانچویں اصل کہ جسے انھوں نے مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے لئے مہیا کیا ہے.

(۲) دستور الوحدۃ الثقافیہ بین المسلمین، ص ۱۳۰.

(۳) وہابی اعتقادی مسائل میں خبر واحد پر تکیہ کرتے ہیں اور جو بھی اس سلسلہ میں اخبار آحاد پر تکیہ نہ کرے اسے غلو سے متہم کرتے ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں میں شدید اختلاف پیدا ہوا ہے جو ایک جنگ سے مشابہ ہے۔

قدیم الایام سے یہ بحث جنگ و جدال اور کفر و شرک سے متہم کئے بغیر مسلمانوں کے درمیان رائج تھی، لیکن وہابیوں نے بدعت و شرک کہہ کر اس مسئلہ کو ایک تاریک فتنہ میں تبدیل کر دیا۔

نمونہ کے طور پر قارئین؛ کتاب ''حجیة الآحاد فی العقیدہ و شبہات المخالفین'' (جس کے مصنف محمد بن عبداللہ وہیبی ہیں) کی طرف رجوع کریں۔[۱]

جو بھی وہابی کتب کا مطالعہ کرنے یا ان کی مجالس میں شرکت کرنے والے کے لئے واضح ہو جائے گا کہ وہ اپنے تمام مخالفین (شیعہ یا سنی) کو غلو سے متہم کرتے ہیں۔ یہ ان سے اختلاف جزئی مسائل ہی میں کیوں نہ ہو، لہٰذا غلو کے مفہوم کی وسعت نے بے شمار مسلمانوں کو غالیوں کی فہرست میں لا کھڑا کیا ہے. حقیقت میں وہابیوں نے مفہوم غلو کی تخریب اور قرآن وسنت نے جو حدود اس کلمہ کے لئے معین کئے ہیں ان کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے اس کلمہ کا ایک عجیب چہرہ پیش کیا ہے، کہ جو بے شمار شیعہ وسنی علماء کو منحرف اور غالی قرار دیتا ہے. دور حاضر میں وہابی قرآن وسنت سے ماٴ خود بے شمار مسائل کو غلو قرار دیتے ہیں، اگر یہی حالت باقی رہی تو پھر اس کائنات

....

(۱) صفحہ ۴۰.

میں ایک بھی معتدل شخص کہ جس کا اعتدال وہابی معیار کے مطابق ہو، نہیں پایا جا سکتا۔

وہابی یہ جان لیں کہ اعتقادی مسائل میں جو خبر واحد سے استفادہ نہ کرے وہ غالی اور اسلام، ایمان کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا، کیونکہ کسی ایک اعتقادی مسئلہ میں خبر واحد کو رد کرنا کفر کا سبب نہیں بنتا۔

خود حضرت عائشہ اور عمر کہ جو وہابیوں کی آنکھوں کا نور ہیں نے بھی خبر واحد پر تکیہ نہیں کیا ہے۔

اہل سنت حضرات نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اکرمؐ سے حدیث نقل کی کہ اگر میت کے گھر والے میت پر روئیں تو وہ قبر میں عذاب میں مبتلا ہوگا۔

لیکن عائشہ نے اس حدیث کو رد کر دیا. وہ خبر واحد کہ جس کے راوی میں تعدیل، خطا اور بھول جانے کا احتمال ہو کس طرح مسلمانوں کو متہم کرنے کا سبب قرار پا سکتی ہے؟ کس منطق کی بنیاد پر خبر واحد قبول نہ کرنے والوں کو غلو اور شرک جیسی صفات سے متصف کیا جاتا ہے؟ خود ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ: صحابۂ کرام نے بے شمار واحد خبروں کو رد کیا ہے جب کہ وہ اخبار اہل حدیث کے یہاں صحت کی حامل ہیں، وہابی جب اصول دین میں اخبار آحاد پر تکیہ کرنے پر مصر ہوں، تو بے شمار خطاؤں میں مبتلا ہوں گے جن میں سے ایک خطا یہی ہے کہ جن مسائل کا اسلام ہی سے کوئی تعلق نہیں انہیں اصول دین میں قرار دیتے ہیں۔

تکلیف کی بات تو یہ ہے کہ انھیں مسائل کو مبنا قرار دیتے ہوئے دوسروں کو

اپنی تہمتوں کا نشانہ بناتے ہیں اور ان کے ذریعہ شاذ و نادر اور نا معقول عقائد کو مرتب کرتے ہیں. اور جو بھی انھیں رد کر دے اسے کافر قرار دیتے ہیں. وہابیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی یہ روش جمہور مسلمان کے نزدیک قابل قبول نہیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

ابن قاسم و ابن وہب نے فرمایا: کہ ہمارے نزدیک اہل مدینہ کے قول پر عمل، خبر واحد پر عمل سے اقویٰ ہے۔[1]

سنی پیشوا مالک نے بھی بے شمار اخبار آحاد کو رد کیا ہے کیونکہ یہ اخبار اہل مدینہ کی سیرت سے معارض تھیں، کیا وہابیوں کے یہاں ان باتوں کا کوئی جواب ہے؟

شیخ یوسف قرضاوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

اس امر کے متعلق حنابلہ کی رائے میں اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ خود احمد حنبل سے مختلف اقوال نقل ہوئے ہیں لیکن میرے لئے یہ واضح ہو چکا ہے کہ اکثر اصولی حنبلی محققین کے نزدیک خبر واحد نہ یقین پیدا کرتی ہے اور نہ ہی اس کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے. اس مطلب کو ابویعلی ابوالخطاب، ابن قدامہ، حتی ابن تیمیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔[2]

....

(۱) ترتیب المدارک، ص ٦٦.

(۲) الشیخ الغزالی کما عرفته، رحلة نصف قرن، ص ١٢٥ .

آیا وہابی اپنے امام ابن تیمیہ کے اس قول سے باخبر ہیں؟: یہ (امر) خبر واحد سے مربوط ہے، لہٰذا کیونکر ممکن ہوگا کہ ہم خبر واحد پر اصول دین میں سے کسی اصل (جس پر ایمان کا دارومدار ہو) کی بنیاد رکھیں۔[1]

شاطبی فرماتے ہیں:

اصول دین میں ظن کفایت نہیں کرتا، کیونکہ اس کے نقیض کے صحیح ہونے کا احتمال پایا جاتا ہے لیکن فقہی فروع میں ظن پر عمل کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اہل شریعت نے بھی اس پر عمل کیا ہے، لہٰذا فقہی فروع کے علاوہ تمام جگہوں کے لئے ظن مذموم ہے اور دانشوروں کے نزدیک یہ نظریہ قابل قبول ہے۔[2]

تمام اہل سنت کے نزدیک اعتقادی مسائل میں خبر واحد کو حجت قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ ان اخبار کے ثبوت پر انھیں یقین نہیں ہے اور اس جمہور میں، امام الحرمین، سعد، غزالی، ابن عبدالبر، ابن اثیر، صفی الدین بغدادی، ابن قدامہ، عبدالعزیز بخاری، بن سبکی، صنعانی، ابن عبدالشکور شنقیطی اور دیگر بے شمار افراد شامل ہیں۔

خطیب بغدادی نے فرمایا:

خبر واحد ان مسائل میں، کہ جن میں قطع و یقین کا ہونا ضروری ہے، قابل قبول نہیں۔

....

(۱) منہاج السنہ، ص ۱۳۳.

(۲) الاعتصام، ج۱، ص ۲۳۵.

ابو اسحاق شیرازی فرماتے ہیں:

خبر واحد علم آور نہیں ہوتی۔[1]

غزالی فرماتے ہیں:

خبر واحد علم آور نہیں ہوتی اور یہ ایک قطعی اور واضح بات ہے، لہٰذا ہم ہر بات کی تصدیق نہیں کرتے، کیونکہ جب دو اخبار آپس میں معارض ہوں اور ہم ان کی تصدیق کرنا چاہیں تو گویا ہم نے ان اخبار کی تصدیق کی جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔[2]

ابن عبد الشکور فرماتے ہیں:

علمائے علم اصول کے نزدیک غیر معصوم سے خبر واحد مطلقاً علم اور یقین آور نہیں ہوتی، چاہے اس خبر میں قرائن موجود ہوں یا نہ ہوں. اور اگر یہ مان لیا جائے کہ خبر واحد علم آور ہے اور دو عادل اشخاص دو متناقض خبریں پیش کریں تو ان کی تصدیق کے نتیجہ میں تناقض پیش آئے گا۔[3]

عبد القاہر بغدادی تحریر فرماتے ہیں:

خبر واحد کی سند اگر صحیح ہو اور متن میں کوئی ایسی بات نہ جو عقلی طور پر محال ہو، تو گرچہ خبر واحد علم آور نہیں، لیکن اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔[4]

....

(۱) التبصرہ، ص ۲۹۸.　　(۲) المستصفی، ص ۱۴۵.

(۳) مسلم الثبوت بشرح فواتح الرحموت، ج ۲، ص ۱۲۲۔۱۲۱.

(۴) اصول الابن، ص ۱۲.

بیہقی نے فرمایا:

اگر خبر واحد کے لئے قرآن و اجماع میں کوئی دلیل نہ پائی جائے، تو صفات الٰہی میں ہمارے علماء خبر واحد کے ذریعہ استدلال نہیں کرتے۔[1]

فخر رازی لکھتے ہیں:

اصولیوں کے نزدیک خبر واحد سے مراد وہ خبر ہے جو علم اور یقین آور نہیں ہوتی۔[2]

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

بعض لوگ ذات اور صفات الٰہی میں اخبار آحاد پر تکیہ کرتے ہوئے گفتگو کرتے ہیں جب کہ ان اخبار اور قطع و یقین میں بہت فاصلہ ہے۔[3]

مصری محمد غزالی بھی ان افراد کی پیروی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مجھے ازھر یونیورسٹی سے فارغ ہوئے پچاس سال ہو رہے ہیں اور کئی سال سے تدریس میں مشغول ہوں اس مدت میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اخبار آحاد ظن آور ہیں اور جب تک کہ اس سے محکم دلیل نہ پائی جائے، خبر واحد کو حکم شرعی کے لئے دلیل قرار دیا جا سکتا ہے لہٰذا خبر واحد کو یقین آور کہنا بیہودہ کلام ہوگا، جو عقل و نقل کی رو سے مردود ہے۔[4]

....

(۱) الاسماء والصفات، ص ۳۵۷.

(۲) المعالم، ص ۱۳۸.　　(۳) اساس التقدیس،

(۴) السنة النبويه بين اهل الفقه و اهل الحديث، ص ٧٤ .

اور دوسرے مقام پر محمد غزالی یوں فرماتے ہیں:

خبر واحد ظن آور ہے اور اس کا استعمال فروع دین میں ہوتا ہے اور میری اس بات پر تاکید ہے کہ خبر واحد کے ذریعہ صرف اور صرف ظن حاصل ہوسکتا ہے...

اس کے باوجود دور حاضر میں بعض لوگ اپنے اعتقادات کو ثابت کرنے کے لئے ان اخبار پر تکیہ کرتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں اور خود ان کا یہ عمل ایک طرح سے غلو ہے۔[1]

یوسف قرضاوی اس کے متعلق فرماتے ہیں:

اعتقادی امور کا یقین پر موقوف ہونا ضروری ہے اور اخبار آحاد (جو کہ صحیح السند ہیں) مفید یقین نہیں ہوتے، بلکہ خبر متواتر یقین آور ہے. پہلے امر کی تائید خداوند متعال نے قرآن مجید میں اس مقام پر کی ہے جہاں پر کفار کی مذمت میں فرماتا ہے: ﴿و مالهم به من علم ان يتبعون الا الظن و ان الظن لايغني من الحق شيئاً﴾[1] اور دوسرے امر کی تائید علمائے اصول کرتے ہیں، بہرصورت اعتقادات میں اخبار آحاد سے اس طرح کا استفادہ تمام مشہور علمی مراکز میں (مثلاً ازھر، زیتونہ، قرویین، دیوبند) میں رائج ہے۔[2]

سید قطب نے فرمایا:

....

(١) دستور الوحدة الثقافيه بين المسلمين، ص ٦٨.

(٢) الشيخ الغزالي كما عرفته رحلة نصف قرن، ١٢٤ـ ١٢٣.

اعتقادی امور میں احادیث آحاد پر تکیہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ ان امور میں ہم قرآن اور متواتر اخبار کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اعتقادی مسائل میں احادیث سے اس وقت استفادہ کیا جائے گا کہ جب وہ خبر متواتر ہو۔(۱)

محمود شلتوت فرماتے ہیں:

تمام علماء اور دانشوروں نے خبر واحد کے یقین آور نہ ہونے پر اتفاق کیا ہے اور ان کی نظر میں اعتقادی مسئلہ میں اسے دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، حتی محققین نے اس مطلب کو حتمی اور غیر قابل اختلاف قرار دیا ہے، یہ ایک اجماعی موضوع ہے جس میں کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں. اس طرح علمائے اہل سنت کے بے شمار اقوال پائے جاتے ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے وہابیوں کے لئے پیش کیا، تاکہ وہ قانع ہوجائیں اور اپنے مخالف کو کافر اور مشرک نہ کہیں۔

یہاں تک ہم نے امامیہ کی شناخت میں وہابیوں کے انحراف کا پہلا سبب بیان کیا ہے وہابیوں کی گمراہی کا پہلا سبب ان کا غلو کے معنی سے آگاہ نہ ہونا ہے اور دوسرا سبب ان کا تشیع کے معنی سے آگاہ نہ ہونا ہے، جس کے متعلق میں نے بعد والی کتاب بنام "موقف الاثنی عشریہ من الغلو و الغلاۃ" میں مفصل طور پر گفتگو کی ہے اور تیسرا سبب غلو اور غالیوں کے مقابل امامیہ کے موقف سے آگاہ نہ ہونا ہے جسے اسی بعد والی کتاب میں قارئین ملاحظہ فرمائیں گے اس مقام پر اس سبب کی طرف مختصر اشارہ کرتے ہیں۔

....

(۱) فی ظلال القرآن، ج ۶، ص ۴۰۰۸.

غلو اور غالیوں کے متعلق مذہب امامیہ کا نظریہ

دیگر مذاہب کی بہ نسبت غلو اور غالیوں کے مقابل امامیہ کا سخت موقف ان کا ایک خاص امتیاز ہے اس مسئلہ میں مذاہب اسلامی میں سے کسی مذہب نے بھی امامیہ کی طرح سختی سے مخالفت نہیں کی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امامیہ فکر کی بنیادوں (کہ جو قرآن وسنت صحیحہ سے ماخوذ ہیں) اور غالی تصورات میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے اور وہ غلو کی طرف کسی قسم کا رجحان نہیں رکھتے، بلکہ اس کوشش میں ہیں کہ ان انحرافات کی اصلاح کی جائے اور جو اس مشکل میں گرفتار ہیں انھیں نجات دی جائے۔

غالیوں کے لئے شیعہ موقف روز روشن کی طرح واضح ہے لہٰذا اس سے زیادہ توضیح دینا مناسب نہیں. میں نے کئی غالیوں سے گفتگو کی اور بحمد اللہ مذہب امامیہ کی برکت سے انھوں نے کفر آمیز عقائد کو چھوڑ کر حقیقی اسلام کو اپنا لیا لیکن وہابی مذہب امامیہ کے نظریات اور اس کے بنیادی تفکرات سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے تشیع اور غلو کو ایک قرار دیتے ہیں. لہٰذا ان کی اصلاح کرنا اور ان کے لئے غلو کے مقابل شیعہ موقف کو (شیعہ منابع کے ذریعہ) واضح کرنا ضروری ہے۔

ان کا یہ جاننا ضروری ہے کہ امامیہ اور غالیوں میں فاصلہ ایک بدیہی اور واضح بات ہے البتہ اگر کوئی شبہ باقی رہ جائے تو اسے توضیح کے ذریعہ رفع کیا جا سکتا ہے، کیونکہ شیعہ ہر قدم قرآن اور سنت صحیحہ کے ساتھ ہیں. اب تک ہم نے اپنی مفصل بحث میں پانچ مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۔ غالی تصورات کے متعلق مذہب امامیہ کے نظریات۔

۲۔ غالی تشریعات کے متعلق مذہب امامیہ کے نظریات۔

۳۔ غالی رؤساء کے متعلق مذہب امامیہ کے نظریات۔

۴۔ غالیوں کی روایات کے متعلق مذہب امامیہ کے نظریات۔

۵۔ غالی کتب کے متعلق مذہب امامیہ کے نظریات۔

مسلمانوں کو غالیوں کے غلط افکار سے نجات دلانے میں مذہب تشیع نے کافی کوششیں کیں. غالیوں کے مقابل اس مذہب نے جس روش کو انتخاب کیا اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس روش نے سب سے پہلے اس کے انحرافی افکار کے دائرہ کو تنگ کر کے اس کا سد باب کر دیا۔

الوہیت انسان، ایک ایسا اعتقادی مسئلہ تھا، کہ جس کا شیعوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، یہ باطل خیال، الوہیت و عبودیت میں تفریق نہ کرنے سے وجود میں آیا. معصومین علیہم السلام نے سینکڑوں روایتوں میں انسان کے مقام و منزلت کو بیان کیا ہے اور پوری طرح گوشزد فرمایا کہ انسان چاہے جتنا کمال کی بلندیوں تک پہونچ جائے، پھر بھی محال ہے کہ عبودیت سے نکل کر خدا بن جائے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کے یہ اقوال قرآن و صحیح السند احادیث بنوی سے ماخوذ ہیں. گویا یہ اقوال قرآن و حدیث کی شرح و تفسیر ہیں. یہی وجہ ہے کہ ان اقوال میں قرآنی رنگ پایا جاتا ہے۔

ان تمام اقوال میں ماسوی اللہ کو عبد و مخلوق قرار دیا گیا ہے اور الوہیت کو ذات باری تعالیٰ میں منحصر، چونکہ غالیوں نے اپنی تبلیغات کو الوہیت انسان یا أئمہ میں متمرکز کیا ہے، لہذا ائمہ علیہم السلام نے بھی اپنی تعلیمات کو خدا کی بندگی اور عبودیت میں متمرکز کیا اور غالیوں کی اس بنیاد (الوہیت انسان) کو نابود کرنے کے لئے خدا کے مقابل عبودیت و بندگی، خضوع و خشوع پر بے حد تاکید کی، تاکہ یہ باطل خیال پوری طرح نیست و نابود ہو جائے۔

غالیوں کی گمراہ فکر کو قلع قمع کرنے میں یہ روایات کافی موثر ثابت ہوئیں اور اس میں کوئی شک نہیں، کہ ان روایات کو جمع، حفظ اور نشر کرنے میں شیعہ راویوں نے بے حد زحمتوں کا سامنا کیا اور انھیں روایتوں کی بنا پر شیعہ فقہاء نے غالی فرقوں کی تکفیر کی اور ان کے مقابل سخت ردعمل اختیار کی، لیکن وہابی چونکہ شیعہ اور غالی کو ایک ہی تصور کرتے ہیں، لہٰذا انھوں نے ان تمام روایات کو شیعیت کی مذمت پر حمل کیا اور جیسا کہ پہلے ہم عرض کر چکے ہیں، کہ یہ غلو کے مفہوم میں وسعت دیکر شیعہ اور غالی میں خلط کا نتیجہ ہے. اب ہم قارئین کے لئے چند روایات کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے اجداد کے ذریعہ رسول اکرمؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ: ''رسول اکرمؐ نے فرمایا: مجھے میرے مقام سے اونچا نہ بناؤ، کیونکہ خدا نے مجھے پیغمبری سے پہلے اپنا بندہ قرار دیا ہے'' لہٰذا جب رسول خداؐ، جو انسانیت کے بلند و بالا مقام پر فائز ہیں خود کو عبد خطاب کریں، تو پھر حتماً ائمہ علیہم السلام بھی انھیں کی سیرت پر

عمل کریں گے۔

۲۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمارے متعلق غلو سے پرہیز کرو اور ہمیں خدا کے تربیت یافتہ بندے جانو''. أئمہ علیہم السلام کی عبودیت مکتب تشیع کا ایک اہم تعلیمی رکن ہے جب میں أئمہ علیہم السلام کی روایات اور علمائے شیعہ کے اقوال میں مقایسہ کرتا ہوں تو ان میں پوری طرح مطابقت نظر آتی ہے۔

أئمہ علیہم السلام کی عبودیت اس مذہب کی اصلی اور بنیادی حقیقت ہے کہ جو اس مذہب اور اس مذہب کی پیروی کرنے والوں سے جڑی ہوئی ہے. لہٰذا غلو کے لئے کوئی مجال نہیں کہ وہ اس مذہب میں خودنمائی کرے۔

تمام شیعہ امام رضا علیہ السلام کے اس قول پر کاملاً ایمان رکھتے ہیں:

جو بھی امیر المومنینؑ کو عبودیت کی منزل سے اونچا کرتے ہوئے انھیں الٰہ قرار دے، تو اس کا شمار مغضوبین اور گمراہوں میں ہوگا... آیا علی بن ابی طالبؑ نے دوسروں کی طرح طعام اور پانی نوش نہیں فرمایا: آیا آپ نے شادی نہیں کی؟ آیا ان صفات کا حامل خدا ہوسکتا ہے؟ اگر ممکن ہو تو پھر ہم میں سے ہر ایک فرد خدا بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

شیعہ کتب میں اس طرح کی بے شمار روایات پائی جاتی ہیں اور شیعہ علماء نے بھی أئمہؑ کی روش کو اپنایا، جو بھی شیعہ معاشرہ میں رفت و آمد رکھتا ہوا سے اس

حقیقت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے. یہ صرف نظریات نہیں، جو شیعہ کتب میں درج ہوں، بلکہ شیعی سماج اور ان کے گوشت پوست وخون میں یہ تعلیمات پائی جاتی ہیں اور یہ تعلیمات ان کی حیات سے جدا نہیں، بلکہ ان کے لئے مایہ فخر ومباہات ہیں۔

یہاں تک ہم نے مذہب امامیہ اور غلو میں فرق کو بیان کرنے میں وہابیوں کے لئے شیعیت کی ایک مختصر سی تصویر پیش کی ہے اور اب ہم مذہب امامیہ کی تحلیلی شناخت کو پیش کرتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ

مذہب امامیہ کی تجزیاتی شناخت

مذہب امامیہ کو وہابیوں کے لئے پیش کرنے میں ہمارا دوسرا قدم، اس مذہب کے عقائد کو اچھی طرح تحلیل کرنا ہے، تا کہ ان کا ذہن غلط تحلیل اور عقائد میں مشغول نہ ہو اور وہ ہمیں غلو اور کفر سے متہم نہ کریں اور ان باتوں کو ہماری طرف منسوب نہ کریں جن کا مذہب امامیہ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

جن حقائق کی ہم تحلیل کرنا چاہتے ہیں وہ شیعہ معتبر کتب میں موجود ہیں البتہ ہم اس مقام پر وسیع تحلیل و گفتگو نہیں کرنا چاہتے انشاء اللہ دوسری کتاب میں ان امور کو انجام دیں گے، لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ مذہب امامیہ کے متعلق وہابیت کی قلمی روش یہ ہے کہ وہ تحلیل و تحقیق کئے بغیر تمام غالی عقائد و آراء کو (جنہیں خود شیعوں نے رد کیا ہے) شیعیت کی طرف منسوب کرتے ہیں، انھیں اپنی تہمتوں کا نشانہ بناتے ہیں، افسوس کی بات ہے کہ بعض معاصر سنی مصنفین نے بھی اس روش کو اختیار کیا ہے۔

البتہ محققین خوب جانتے ہیں کہ کسی بھی مذہب کی شناخت کے لئے اس مذہب کے کتابوں کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے اور ان میں جو مطالب ہیں ان

کی تحلیل و تجزیہ کے بعد ان کے بارے میں نظر دی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ احسان الٰہی ظہیر (جو کہ شیعوں کی تکفیر کرتا ہے) کی روش اور شیخ محمود شلتوت (کہ جو امامیہ کو ایک معتبر اسلامی مذہب جانتے ہیں) کی روش میں فرق آفتاب کی طرح روشن ہے، احسان الٰہی ظہیر نے امامیہ کی شناخت میں غیر معتبر اور غالی کتب کا مطالعہ کیا لیکن شیخ محمود شلتوت نے معتبر منابع میں تمام مطالب کا تجزیہ کیا ہے۔

اس مرحلے ہم چار مہم مسائل کی تحلیل کریں گے:

ا۔ امامیہ کے نزدیک الوہیت و نبوت کی حقیقت

یہ دو مسائل شیعی فکر میں کافی اہمیت رکھتے ہیں اور اگر امامیہ کتب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی، کہ وہ توحید الوہیت و ربوبیت اور الوہیت و عبودیت سے مخصوص خصوصیات میں فرق کے قائل اور اس پر کتنی اہمیت دیتے ہیں. الوہیت صرف اور صرف ذات خدا کے لئے ہے اور غیر خدا سب کے سب عبد و مخلوق ہیں۔

مذہب امامیہ کے نزدیک اس مسئلہ (الوہیت و نبوت) کی اہمیت نے انھیں مجبور کیا کہ وہ غلو اور غالی اعتقادات کا سختی سے مقابلہ کریں، کیونکہ غالی مقام الوہیت و نبوت میں تفریق کے قائل نہیں، ان دو میں اتحاد یا حلول کے قائل ہیں، لہٰذا اہل تشیع نے ان کی تکفیر اور ان کے اعتقادات کی رد میں بے شمار کتابیں لکھیں۔

اسی طرح مذہب امامیہ پوری طرح سے نصوص قرآنی پر استوار ہے، اور

وہ پیغمبر اسلام کے آخری نبی اور تمام لوگوں پر ان کی برتری کے قائل ہیں جب کہ غالیوں کے یہاں یہ امر قابل قبول نہیں اور وہ دوسروں کو پیغمبر اکرمؐ سے افضل قرار دیتے ہیں۔

مذہب امامیہ کے پیرو معتقد ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ آخری نبی ہیں، جن کے بعد کوئی نبی نہیں. اور جو بھی ختم نبوت کا قائل نہ ہو، وہ کافر ہے اس عقیدہ کی بنیاد قرآن کریم ہے۔

۲۔امامیہ مذہب میں شریعتوں اور احکام کی حقیقت

ان حقائق کی شناخت کے لئے جس ترتیب کو ہم نے پیش کیا ہے اس کا لحاظ ضروری ہے کیونکہ جب تک پہلی حقیقت (حقیقت الوہیت و نبوت) سمجھ میں نہ آئے، دوسری حقیقت کو سمجھنا مشکل ہے۔

پہلی حقیقت میں فکری پہلو اور دوسری حقیقت میں عملی پہلو کی طرف اشارہ ہے پہلے مسئلہ میں عقل کی کارکردگی اور دوسرے مسئلہ میں عملی کارکردگی پر گفتگو ہے اور اگر پہلے مسئلہ پر ایمان لائیں تو دوسرے مسئلہ پر عمل کرنا ضروری ہوگا. پہلے مسئلہ میں جب ہم نے ثابت کر دیا کہ جز اللہ کے کوئی معبود و خالق و مدبر نہیں اور تشریع فقط اسی کا کام ہے تو دوسرے مسئلہ میں ہم کہیں گے اس تشریع کا قرآن اور کلام وحی سے استخراج ہونا ضروری ہے اور کیونکہ سنت پیغمبر بھی وحی سے متصل ہے لہٰذا سنت بھی تشریع کا منبع قرار پائے گی۔

اگر قارئین محترم، شیعہ فقہی کتب کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کتب میں تمام احکام وفتاوی قرآن وصحیح سنت پر استوار ہیں اور وہ احکام کے ظاہری معنی پر عمل کرتے ہیں اور باطنی وتاویلی معانی سے پرہیز کرتے ہیں اور جو بھی احکام اسلام کی تاویل کے ذریعہ شریعت پر عمل نہ کرے اسے کافر قرار دیتے ہیں۔

اور معتقد ہیں کہ عقیدہ جتنا بھی اہم کیوں نہ ہو انسان کو احکام وشریعت پر عمل نہ کرنے سے بے نیاز نہیں کرتا۔

۳۔ مذہب امامیہ کے اہداف

کسی بھی مذہب کے اہداف کو اس وقت تک نہیں جانا جا سکتا، کہ جب تک اس مذہب کے اعتقادی افکار ونظریات کو نہ سمجھ لیا جائے، لیکن وہابی شیعہ عقائد اور ان کے عمل پر تحقیق کئے بغیر ان کے اہداف کو درک کرنا چاہتے ہیں جو کہ ایک غیر ممکن بات ہے، کیونکہ انسان کے اعتقاد اور عمل ہی کے ذریعہ اس کے اہداف تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔

کسی بھی انسان کے اعتقادات اور اہداف میں جدائی ممکن نہیں، لیکن وہابی یہ چاہتے ہیں کہ پہلے اور دوسرے مرحلے کی شناخت کے بغیر خود ساختہ اہداف شیعیت سے منسوب کریں اور پھر انھیں رد کریں۔

۴۔ تشیع میں بعض رائج مفاہیم

یہ دیکھا گیا ہے کہ وہابیوں نے شیعوں کے یہاں رائج اصطلاحات کی برعکس

تفسیر کو پیش کی ہے، کہ جسے حتی اہل سنت نے بھی اس طرح نہیں سمجھا ہے. بدا، تقیہ، عصمت، مصحف، جیسے کلمات اس سرنوشت کا شکار رہے اور جب تک واضح طور سے یہ معانی بیان نہ ہوں، وہابیوں سے منطقی گفتگو کرنا ممکن نہیں۔

ایسے بے شمار موارد پیش آئے جن میں لفظ تو ایک ہے، لیکن اس کی تفسیر میں امامیہ اور وہابیوں کے درمیان عمیق اختلاف پایا جاتا ہے، لہٰذا جب تک وہابی ان الفاظ سے اہل تشیع کے معنی کو نہ سمجھیں، ان سے گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

امامت اور غیبت کی حقیقت کا ان حقائق میں شمار ہوتا ہے جن کی تحلیل اور تجزیہ اسی مرحلہ کے لئے موزوں ہے، لیکن چونکہ اس مرحلہ میں وہابیوں کا ان مطالب کو درک کرنا مشکل ہے اسی لئے ہم نے اسے تیسرے مرحلہ میں بیان کیا ہے. اور اب ہم مذہب امامیہ کی بنیادی شناخت کو پیش کرتے ہیں۔

تیسرا مرحلہ

مذہب امامیہ کی بنیادی شناخت

اس مرحلہ میں جن مسائل کا تجزیہ ہوگا ان کا مقام منطقی لحاظ سے دوسرے مرحلہ سے مربوط مسائل کی شناخت کے بعد ہے اگر الوہیت، نبوت، شریعت، اور شیعہ اہداف اوران کی اصطلاحات صحیح طور پر بیان ہو جائیں تو پھر نہ ہی امامیہ اور غلو کے منشا میں خلط واقع ہوگا اور نہ ہی شیعہ اور غالی منابع یکسان قرار دیئے جائیں گے اس مرحلہ میں تین چیزوں (شیعی منابع، شیعی تشخص، شیعیت کے وجود میں آنے کے اسباب) پر بحث و تحقیق ہوگی اور گر چہ امامت اور غیبت امامؑ کے مباحث دوسرے مرحلہ سے مربوط ہیں لیکن ضرورت کی بنا پر ہم انھیں اسی مرحلہ میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امامیہ مذہب کے منابع

وہابی معتقد ہیں کہ شیعہ اعتقادات کی بنیاد مجوسی، یہودی اور مسیحی افکار پر استوار ہیں، لیکن اگر وہ گذشتہ مراحل پر غور کرتے تو ان کے لئے واضح ہو جاتا، کہ تمام شیعہ مبانی قرآن اور صحیح سنت سے ماخوذ ہیں اور یہی منابع اس مذہب کی بنیاد ہے۔

یہ تو وہابیوں کی عادت ہے کہ وہ کسی بھی مذہب کے مفاہیم اور عقائد پر پوری

طرح تحلیل کئے بغیر اس مذہب کے بارے میں غلط قضاوت کر بیٹھتے ہیں. اگر وہ شیعہ علمی و عملی آراء کو سمجھتے، اور ان کے لئے واضح ہو جاتا، کہ یہ آراء قرآن و سنت میں منحصر ہیں، تو وہ شیعہ کو مجوسی نہ کہتے، کیونکہ وہابی، شیعہ اور غالی کو ایک ہی تصور کرتے ہیں، لہٰذا ان کے منابع کو بھی ایک ہی خیال کرتے ہیں اور جس طرح غالیوں کے انحراف کی اساس، مجوسی، یہودی اور مسیحی افکار ہیں، شیعہ عقائد کو بھی انھیں پر حمل کرتے ہیں جب کہ ان دونوں کے درمیان کوسوں فاصلہ پایا جاتا ہے۔

۲۔ مذہب تشیع میں امامت کی حقیقت

امامت کے متعلق (قرآن و حدیث سے) محکم دلائل پر توجہ دینے سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ امامت خدا کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے ایک ایسی خاص نعمت ہے، جسے اپنے آخری پیغمبرؐ کے ذریعہ پہنچوایا. امامت شیعوں کا خودساختہ مفہوم یا خاندان پیغمبرؐ پر ظلم کا نتیجہ نہیں، بلکہ ائمہ علیہم السلام کی امامت کے بارے میں صدر اسلام ہی سے صحیح نصوص موجود ہیں اور اس امر کی ابتدا چوتھی صدی یا اس کے بعد نہیں ہوئی ہے۔

شیعہ اور سنی متفق ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے بارہ افراد کو اپنا وصی اور خلیفہ قرار دیا اور اس سلسلہ میں احادیث کو بخاری، مسلم اور دوسرے محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے. یہ تمام راوی چوتھی صدی سے پہلے تھے اور اس سے پہلے کہ بارہ امام آئیں یہ احادیث مسلمانوں کے درمیان پائی جاتی تھیں اور انھیں احادیث کی بنا پر لوگ ائمہ علیہم السلام کی امامت کی طرف مائل ہوئے، لہٰذا ظالم بادشاہوں نے پوری کوشش

کی، کہ ان احادیث کو چھپائیں یا ان میں تحریف وتاویل کریں، کیونکہ انھیں یقین تھا کہ ان احادیث کے ذریعہ ان کی سلطنت منہدم ہوجائے گی۔

ہم نے اپنی آئندہ کتاب ''رحلتی من الوهابيه الى الاثنا عشريه'' میں امامت کے لئے محکم دلائل پیش کئے ہیں، لیکن وہابی ان نصوص کو غالیوں کی طرف منسوب کرتے ہیں، جب کہ وہ بھول رہے ہیں، کہ امامت کے متعلق نصوص، سنی معتبر کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور یہ نصوص شیعوں کی گڑھی ہوئی نہیں ہیں۔

وہابی ان احادیث (کہ جسے تمام مسلمان، اختلاف کے باوجود قبول کرتے ہیں) پر دقیق تحقیق کرنے سے عاجز ہیں اور انھوں نے امامیہ کتب میں مذکور محکم دلائل کی طرف رجوع نہیں کیا، لہٰذا دوبارہ جہل ونادانی کے ساتھ کہتے ہیں کہ امامت غالی اور مجوسیوں کی جعل کردہ چیز ہے۔

ہماری نظر میں شیعیت کی بلند پروازیں اور اس کی ترقی میں اہم کردار ''حدیث ثقلین'' اور ''حدیث بارہ امام'' کا۔ یہ دو حدیثیں اس مذہب کے لئے دو پروں کی حیثیت رکھتی ہیں جو اسے بلند پروازی کی صلاحیت عطا کرتے ہیں۔ جب تک وہابی ان دو حدیثوں کو درک نہ کرلیں. مذہب امامیہ کے دوسرے حقائق کا ادارک ان کے لئے ممکن نہیں۔

معروف وہابی مصنف ڈاکٹر محمد علی بار اپنی کتاب ''الامام علی الرضا و رسالته الطيبة'' میں حدیث ثقلین کے متعلق لکھتے ہیں:

مسلم نے اپنی کتاب میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے میدان خم میں، جو مکہ و مدینہ کے راستہ میں ہے، خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میں ایک بشر ہوں اور جلد ہی خدا کی طرف سے ملک الموت آئے گا اور میں اس خدا کے حکم پر لبیک کہوں گا، لہٰذا تم لوگوں کے نزدیک دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جن میں سے ایک قرآن ہے کہ جو سرتا پا نور اور ہدایت ہے، پس اس سے منسلک رہو اور پھر آپ نے لوگوں کو قرآن سے منسلک رہنے کی رغبت دلائی، اور فرمایا: دوسرے میرے اہلبیت ہیں. خدارا! ان کا خیال رکھنا، اور اس جملہ کی آپ نے تین مرتبہ تکرار کی۔

یہ حدیث سنن ترمذی میں زید بن ارقم سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر ان سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے ان میں سے ایک، دوسرے سے بہتر ہے. کتاب خدا جو آسمان سے کھینچی ہوئی رسی ہے اور میری عترت جو میرے اہل بیت علیہم السلام ہیں. یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے، سوچو! میرے بعد ان کے ساتھ تمہارا رویہ کیا ہوگا... تعجب تو اس بات پر ہے کہ اس حدیث کو مسلم اور ترمذی نے نقل کیا اور حاکم نیشاپوری کے مستدرک او راحمد کے اپنی مسند میں اس روایت کو مورد قبول قرار دینے کے باوجود بے شمار معاصر

علماء اس روایت سے بے خبر ہیں یا اپنے علم کا اظہار نہیں کرتے اور روایت کو کتاب اللہ و سنتی پیش کرتے ہیں. جب کہ یہ نقل (جو کہ موطأ مالک میں ہے) ضعیف اور منقطع السند ہے. اگر اس نقل کو پیش کرنا چاہیں تو حد اقل ہر دو روایتوں کو ایک جگہ نقل کریں نہ یہ کہ ایک حدیث کو بیان کیا جائے اور دوسرے کو مخفی. انھوں نے اپنے اس عمل کے ذریعہ علم کو چھپایا ہے اور علم چھپانے والا خدا اور رسول کے غضب میں مبتلا ہوگا۔

علامہ محمد ناصر البانی ''سلسلة الاحادیث الصحیحة'' میں لکھتے ہیں:

حدیث عترت یعنی ''یا ایھا الناس انی قد ترکت فیکم ماان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب الله و عترتی اھل بیتی'' ایک صحیح السند حدیث ہے کہ جسے مسلم نے اپنی صحیح ۱، طحاوی نے مشکل الآ ثار ۲، احمد ۳، و ابن ابی عاصم نے کتاب السنہ ۴، طبرانی ۵، نے یزید بن حیان تمیمی کے توسط سے بیان کیا ہے اور دوبارہ احمد ۶، طبرانی ۷، طحاوی نے علی بن ربیعہ سے نقل کیا، کہ جب میں نے زید بن ارقم کو دیکھا

....

(۱) ج ۷، ۱۲۳-۱۲۲.

(۲) ج ۴، ص ۳۶۸.

(۳) ج ۴، ص ۳۶۷-۳۶۶.

(۴) ص ۱۵۵۱-۱۵۵۰.

(۵) ص ۵.۲۶.

(۶) ج ۴، ص ۳۷۱.

(۷) ص ۵۰۴۰.

تو سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اکرمؐ کے اس قول کو سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی؟...'' زید نے مثبت جواب دیا۔

یہ روایت صحیح السند ہے کہ جسے دوسرے طرق سے بھی نقل کیا گیا ہے جن میں سے بعض طرق کو طبرانی[۱] اور بعض کو حاکم[۲] نے ذکر کیا ہے اور طبرانی و ذہبی نے ان میں سے بعض طرق کو صحیح قرار دیا ہے، اور طبرانی سے دوسری حدیث بھی نقل ہوئی ہے جسے حدیث عطیہ عوفی کہا جاتا ہے اور وہ ابوسعید خدری سے منقول ہے:

"انی اوشك ان ادعی فاجیب. و انی ترکت فیکم ماان أخذتم لن تضلوا بعدی الثقلین احدهما اکبر من الآخر کتاب الله حبل محدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیتی الا انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض"

اس حدیث کو احمد[۳]، ابن ابی عاصم[۴]، طبرانی[۵]، اور دیلمی[۶]، نے بھی نقل کیا ہے۔

دوسرے شواہد کو دار قطنی[۷]، حاکم[۸]، اور خطیب نے کتاب فقیہ[۹]، میں نقل کیا ہے جن میں سے بعض کو ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

....

(۱) ص ۴۹۶۹، ۴۹۷۱، ۴۹۸۰، ۴۹۸۲، ۴۰۵۰.

(۲) ج ۳، ص ۱۰۹، یا ۱۴۸ و ۵۳۳.

(۳) ج ۳، ص ۱۴، و ۱۷، و ۲۶ و ۵۹. (۴) ص ۱۵۵۳ و ۱۵۵۵

(۵) ص ۲۶۷۹-۲۶۷۸. (۶) ج ۲/۱ ص ۴۵.

(۷) ص ۵۲۹. (۸) ج ۱، ص ۹۳. (۹) ۱/۵۶.

البانی مزید لکھتے ہیں: جب میں نے قطر کا سفر کیا تو وہاں چند ڈاکٹروں سے میری ملاقات ہوئی ان میں سے ایک نے حدیث ثقلین کی تضعیف میں کتابچہ پیش کیا، جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ وہ علم حدیث میں نووارد ہیں، لہٰذا اس تحقیق میں جن دو نکات ضعف کی طرف میں نے اشارہ کیا وہ یہ ہیں:

ا۔ انھوں نے اس حدیث کے منابع کی تلاش میں صرف بعض معمولی کتابوں کی طرف رجوع کیا تھا اور اس امر میں کوتاہی کی اور بے شمار طرق اور صحیح اسناد اور (قرائن وشواہد کو مدنظر رکھتے ہوئے) فراموش کیا۔

۲۔ محدثین کے کلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور اس حدیثی قاعدہ (ان الحدیث الضعیف یتقوی بکثرۃ الطرق)[۱] پر توجہ نہ کی جب کہ خود حدیث کے لئے بے شمار صحیح سندیں موجود ہیں. اس سے پہلے بھی مجھے اطلاع ملی کہ کویت میں کسی ڈاکٹر نے حدیث ثقلین کی تضعیف میں رسالہ لکھا ہے اور جب کویت سے ایک نامہ موصول ہوا جس میں مجھ پر یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ میں نے کیوں کر حدیث ثقلین کو جو کہ ضعیف السند ہے اپنی کتاب صحیح الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔[۲] اور اس حدیث کی تضعیف میں اس شخص نے اسی ڈاکٹر کے رسالہ سے استناد کیا اور اسی رسالہ کی وجہ سے میری باتیں ان کے لئے تعجب آور تھیں۔

....

(۱) حدیث اگر ضعیف ہو تو کثرت طرق اسے ضعف سے خارج کرتے ہیں.

(۲) شمارۂ ۲۴۵۳۔ ۲۴۵۴۔ ۲۷۴۵ و ۲۷۵۴.

میں نے ان سے کہا: وہ خود اس مسئلہ پر تحقیق کریں تا کہ ڈاکٹر کی خطا ظاہر ہو سکے اور خود نامہ نگار کی غلطی یہ تھی کہ انھوں نے دیگر لوگوں ہی کی طرح دوسروں کے نوشتوں پر تکیہ کرتے ہوئے ایک پختہ عالم اور نو وارد شخص کے درمیان فرق کو مد نظر نہیں رکھا. بہر حال خدا رحم کرے[1]

البانی کے پورے کلام کو میں نے ذکر کیا تا کہ وہابی (کہ جو ہمیشہ حدیث ثقلین کی تضعیف میں ڈاکٹر علی احمد سالوس کی کتاب چھاپ کر اسے منتشر کرتے ہیں) جان لیں کہ اس شخص کو علم حدیث و رجال سے کوئی اطلاع نہیں. اور البانی کے اس کلام کا مقصد ڈاکٹر سالوس کی رد ہے۔

مذہب تشیع کا تشخص

جب تک کہ کسی مذہب کے فکری مضامین کا دقیق تجزیہ نہ کیا جائے اس وقت تک اس مذہب کی فکری ہویت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا. لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہابیوں نے غلط راستہ کا انتخاب کیا اور تشیع کے افکار کی تحلیل کئے بغیر انھیں مجوسی قرار دینے لگے، کیونکہ منطقی لحاظ سے تشیع کے تشخص پر تحقیق کی منزل اس مذہب کے حقائق کو جان لینے کے بعد قرار پاتی ہے. لہٰذا اس بحث کو ہم نے اس مقام پر ذکر کیا ہے تعجب ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تشیع کا فکری تشخص اسلامی و عربی ہے، لیکن

....

(۱) یہاں البانی کا کلام ختم ہوا.

ان کا نژادی تشخص پوری طرح سے فارسی ہے. اور ہم محکم دلائل کے ذریعہ آئندہ مباحث میں ثابت کریں گے، کہ صدر اسلام میں تمام شیعہ عرب اور اکثر ایرانی، اہلسنت تھے یہی وجہ ہے کہ ابن خلدونؒ نے اپنے مقدمہ میں ان کی مدح سرائی کی کہ وہ اہل سنت کے پیرو ہیں. لیکن بعد میں ایرانیوں نے کچھ دلائل کی بنا پر تسنن کو ترک کر کے شیعیت اختیار کرلی۔

جب ہمارے لئے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اہل تشیع کے نزدیک الوہیت ونبوت کی حقیقت قرآن وسنت سے ماخوذ اور ان کے فقہی احکام سو فیصد قرآن و سنت سے مطابقت رکھتے ہیں تو قرآن و مذہب امامیہ کے اہداف میں کوئی فرق نہیں، اور یہ بھی جان چکے کہ ان کے علمی منابع قرآن وسنت ہیں اور جس امامت کو قرآن نے مطرح کیا ہے وہ اہل تشیع کی پیش کردہ امامت ہے تو اب حتمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلامی فکر اور شیعی فکر میں جدائی ناممکن ہے۔

اگر ہم گذشتہ تمام مراحل کو ترتیب کے ساتھ طے کریں تو مذکورہ نتیجہ تک پہنچنا آسان ہوگا لیکن اگر ان مراحل کو طے کئے بغیر شیعیت سے آگاہ ہونا چاہیں تو ممکن ہے کہ تشیع اور غلو میں خلط کا شکار ہو جائیں۔

مذہب کے وجود میں آنے کے اسباب

وہابی قائل ہیں کہ شیعہ اور غلو کا آغاز بیک وقت ہوا اس فکر کے دو اسباب ہیں:

۱۔ ان کا ان دو مذاہب کے فکری عناصر سے بے خبر ہونا۔

۲۔ایک منسجم فکری نظام پر قائم نہ ہونا۔

غالی تفکر نے آلودہ ماحول، مجوسی افسانوں اور یہودی و مسیحی خرافات میں وجود پایا، لہٰذا غالی اور شیعی افکار (جو قرآن وسنت پر استوار ہیں) کو ایک قرار دینا مضحکہ خیز اور بیہودہ کوشش ہے۔

وہابیوں نے شیعیت سے مربوط اصل متون (حتی متون اہل سنت) کی تحقیق نہیں کی، لہٰذا جس شخص نے سب سے پہلی مرتبہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی ولایت کو پیش کیا، یعنی رسول اکرمؐ سے غافل رہے اور سب سے پہلے غالی، یعنی عبداللہ بن سبا کو شیعیت کا موجد قرار دیا، یہی وجہ تھی کہ غلو اور تشیع کے ایک ہونے کا نظریہ وجود میں آیا۔

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلا فرد جس نے حضرت علیؑ کو الٰہ ومعبود قرار دیا عبداللہ ابن سبا ہے لیکن وہابیوں نے الٰہ کے لفظ میں تحریف کرتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ عبداللہ بن سبا وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے حضرت علیؑ کو پیغمبر اسلام کا وصی قرار دیا اور اس طرح وہ شیعیت کی پیدائش کو عبداللہ بن سبا سے منسوب کرتے ہیں۔

ہم نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "رحلتی من الوهابيه" میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ خود اہلسنت قائل ہیں کہ رسول اکرمؐ نے علیؑ کو بعنوان وصی پیش کیا ہے، اور یہ نادانی کی انتہا ہے، کہ وہابی الوہیت ووصایت میں خلط کریں۔

وصایت کہ جو قرآن وسنت پر استوار ہے، اور الوہیت علیؑ کہ جو شرک آمیز

افکار کا نتیجہ ہے، میں کوسوں فاصلہ پایا جاتا ہے ان تمام مشکلات کی وجہ یہ ہے کہ وہابی گروہ نے مذہب تشیع کی شناخت اور ان کے اعتقادات کی تحلیل میں غلط راستہ کا انتخاب کیا ہے اور ان مراحل کو طے کرنے میں منطقی ترتیب کا لحاظ نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ سنی و عاقل وہابی محققین ان انحرافات سے آگاہ ہو چکے ہیں۔

بے شمار سنی علماء نے عبد اللہ بن سبا سے وصایت کے انتساب کو شدت کے ساتھ رد کیا ہے. اور کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن سبا سے پہلے حضرت علیؑ، صحابہ کے درمیان وصی کی حیثیت سے معروف و مشہور تھے اور خود اہل سنت معترف ہیں کہ وہابیوں نے امامیہ کو داغدار بنانے کے لئے اس نظریہ کو پیش کیا ہے تا کہ جاہل افراد یہ تصور کریں کہ مذہب تشیع کی فکری بنیاد (یعنی امامت اور وصایت علیؑ کا مسئلہ) یہودی شخص نے رکھی ہے۔

تشیع کی پیدائش کے اسباب

مذہب تشیع میں امامت کی حقیقت پر مذکورہ مطالب میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ شیعوں کا بارہ اماموں سے متمسک ہونا قرآن و سنت کے محکم دلائل پر استوار ہے لہٰذا حقیقت امامت کی تحلیل سے پہلے شیعوں کی ولایت مداری کے اسباب پر گفتگو نہیں کی جاسکتی. اور جب یہ ثابت ہو جائے کہ تشیع کا ولایت اور اہل بیت علیہم السلام سے متمسک ہونا حدیث ثقلین، حدیث اثنیٰ عشر کے اتباع کا نتیجہ ہے اور اہلبیتؑ سے تمسک، قرآن سے متمسک ہونے کے بعد ہے، تو یہ کہنا پڑے گا کہ تشیع وغلو کی

پیدائش کے اسباب میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے، جب کہ وہابی برعکس تصور کرتے ہیں اور اس کی وجہ ان کا خلط جیسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہونا ہے. لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اس کتاب کے پہلے مرحلہ کی طرف توجہ فرمائیں تا کہ اس مرض سے نجات پاسکیں۔

وہابیوں کے لئے مذہب امامیہ کی خصوصیات کو کس طرح پیش کریں؟

مذہب امامیہ کے حقائق کے متعلق گفتگو کے سلیقہ سے فارغ ہونے کے بعد اب ہم اس مذہب کی خصوصیات کو بیان کرنے کی روش پیش کرتے ہیں. لہٰذا اس مقام پر تین نکات کا بیان کرنا ضروری ہے۔

۱۔ مذہب امامیہ کے خصائص کا سمجھنا اس مذہب کے حقائق کو سمجھے بغیر ممکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم نے حقائق تشیع کو مقدم کیا۔

۲۔ کچھ خصوصیات ایسی ہیں کہ جنھیں تمام شیعہ وسنی علماء نے اسلام کے لئے ثابت قرار دیا ہے اور کچھ خصوصیات ایسی ہیں کہ جنھیں وہابیوں نے اسلام سے منسوب کیا ہے اور ان دو کے درمیان خلط ملط نے وہابیوں کو مشکل سے دوچار کیا بلکہ اسی مشکل کے سبب دیگر مذاہب کو انھوں نے متہم کیا ہے۔

۳۔ یہ بات واضح ہے کہ وہابی، امامیہ مذہب اور غالی خصائص میں فرق کے قائل نہیں، لہٰذا بعض غالی خصوصیات کو شیعیت سے منسوب کرتے ہیں ہم نے اپنی کتاب ''رحلتی من الوھابیہ'' میں مذہب تشیع کی خصوصیات کو بیان کیا ہے

اور اس مقام پر بالترتیب تین خصوصیات کو پیش کرتے ہیں:

ا۔ اہل بیت رسولؐ کی نسبت امامیہ کا معتدل رویہ۔

۲۔ صحابہ کے متعلق ان کا حقیقت پسند ہونا۔

۳۔ امام مہدیؑ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی غیبت۔

پہلی خصوصیت

امامیہ مذہب کی مہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ ائمہ علیہم السلام کی بہ نسبت افراط وتفریط کے شکار نہیں ہیں اور ان کا یہی رویہ میرے شیعہ ہونے میں بے حد مؤثر ثابت ہوا۔

وہابیت کے دوران میرا یہ تصور تھا کہ اہل سنت اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں معتدل نظریہ رکھتے ہیں، نہ افراط کے شکار ہیں اور نہ ہی تفریط کے، (جیسا کہ وہ خود اپنے متعلق یہی فکر رکھتے ہیں) لیکن سنی عالم، ابن عقیل شافعی کی کتاب (العتب الجمیل علی اهل الجرح و التعدیل) اور اسی طرح محمد ابوزہرہ کی کتاب (الامام جعفر الصادقؑ) کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اہلبیتؑ کے متعلق ان کا نظریہ حقیقت سے دور اور غیر معتدل ہے. اور صرف مذہب تشیع ہے کہ جن کے یہاں اس مسئلہ میں نہ افراط ہے اور نہ ہی تفریط، مہم بات تو یہ ہے کہ گرچہ اہل سنت نے نواصب اور غلات کے نظریات (جو ائمہ علیہم السلام کے حق میں افراط وتفریط کا شکار ہیں) کو رد کرتے ہوئے ان سے برائت کا اظہار کیا ہے، لیکن خود اہل بیت علیہم السلام کے

مقابل منفی موقف رکھتے ہیں۔

یعنی اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ان سے متمسک رہنے کو واجب وضروری جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان سے متمسک ہونا قرآن سے متمسک ہونا ہے لیکن ان تمام باتوں پر یقین رکھنے کے باوجود غیروں سے متمسک ہیں اور قول یا فعل کے ذریعہ أئمہ علیہم السلام کی مخالفت کرتے ہیں ،لیکن اہل تشیع غلو سے بیزاری اور اہل بیت علیہم السلام سے بغیر کسی عداوت کے رسول اکرم کی وصیت پر عمل کرتے ہیں اور ان سے متمسک ہو کر ان کے گفتار و کردار کی تصدیق کرتے ہیں۔

اہل بیت علیہم السلام کے متعلق یہی نکتہ اہل سنت وشیعہ کی روشی اختلاف کا سبب ہے اس خاص نقطہ کی وجہ سے ان دو روشوں میں فرق پایا جاتا ہے جن میں کوئی اشتراک نہیں. بحمد اللہ خدا کا لطف و کرم اور اس کی ہدایت ہے کہ ہم نے امامیہ روش کو انتخاب کیا اور وہابیت سے دستبردار ہوئے۔

دوسری خصوصیت

شیعوں کے یہاں صحابہ کے سلسلہ میں حقیقت پسند نظر پایا جاتا ہے، کیونکہ وہ انھیں بشر جانتے ہیں اسی لئے تمام قوانین بشریت ان پر جاری کرتے ہیں لہٰذا دیگر تمام لوگوں کی طرح ان میں خطا کا امکان موجود ہے۔

وہابیوں سے امید ہے کہ وہ میری اس بات کو عدالت صحابہ کی نقد قرار نہ دیں

بلکہ حقیقت مطلب پر توجہ دیں کیونکہ وہابی اس عنوان سے وحشت زدہ ہیں اور اس کے متعلق کسی بھی قسم کی تنقید پیش نہیں کرتے، امید ہے کوئی عنوان دیئے بغیر اس مضمون پر نگاہ کی جائے۔

یہاں پر اس بات کو ذکر کرنا ضروری ہے کہ شیعوں کے نزدیک تمام صحابہ عادل نہیں، بلکہ بعض صحابیوں کی عدالت ان کے نزدیک ثابت ہے. مجھے پوری طرح تجربہ ہے کہ وہابی عنوان کو بے حد اہمیت دیتے ہیں اور بعض اوقات عناوین ہی کی وجہ سے بحث کرنے لگتے ہیں. اور جب عنوان بدل جائے تو نزاع بھی ختم ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بعض کتب کا مطالعہ ہی نہیں کرتے، لیکن اگر اس کتاب کا نام بدل دیا جائے، تو آسانی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتے ہیں. لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ان سے گفتگو کے دوران ہوشیار رہیں اور مناسب عناوین کا انتخاب کریں. میں نے ۳۰۰ کیسٹیں (جس میں وہابیوں سے مناظرہ ہے) میں کوشش کی ہے، کہ لفظ شیعہ کے بجائے اثنیٰ عشریہ سے استفادہ کروں، کیونکہ وہ اس لفظ سے متنفر ہیں اور اثنیٰ عشریہ عنوان کے ذریعہ ان سے گفتگو میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

اور حدیث ثقلین پیش کئے بغیر صحابہ کے متعلق گفتگو کرنا صحیح نہیں، کیونکہ وہ صحابہ کی عدالت کے قائل ہیں، یہی وجہ ہے کہ حدیث ثقلین کا انکار کرتے ہیں لہٰذا جب حدیث ثقلین بیان کی جائے، تو خود بخود صحابہ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور اسی طرح، حدیث ثقلین سے پہلے حدیث غدیر کو بھی بیان نہ کیا جائے کیونکہ اس بحث

کے نتیجہ میں صحابہ اور واقعہ سقیفہ سے متعلق مباحث پیش آئیں گے، کیونکہ وہابی واقعۂ غدیر اور صحابہ کے درمیان تلازم وارتباط کے قائل ہیں. لہٰذا بے شمار وہابی حدیث غدیر کو سیاسی گفتگو قرار دیتے ہیں، جس کا وقت ان کی نظر میں گزر چکا ہے۔[۱]

لیکن حدیث ثقلین کے متعلق ان کی نظر کچھ اور ہے اور وہ اسے اہل بیت علیہم السلام کی مرجعیت کی دلیل جانتے ہیں کہ جو عصر حاضر کے لئے بھی ثابت ہے. میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ حدیث غدیر کی اہمیت کو کم کیا جائے بلکہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم گفتگو کے دوران فرد مقابل کے طرز تفکر کو مدنظر رکھتے ہوئے گفتگو کریں اور ہمارا ہدف بھی یہی ہے کہ ہم وہابی کو اس کی فکری مشکلات سے نجات دلائیں، لہٰذا چونکہ حدیث ثقلین سے پہلے حدیث غدیر کا سمجھنا ایک وہابی کے لئے مشکل ہے، لہٰذا ہم حدیث غدیر کو دوسرے مرحلہ میں بیان کریں۔

ہم نے مقدمۂ کتاب میں بھی عرض کیا، کہ وہابیوں سے گفتگو کے دوران آیۂ تطہیر اور آیۂ مباہلہ کو آیۂ ولایت پر مقدم کرنا ضروری ہے، کیونکہ وہ آیۂ ولایت اور صحابہ میں تلازم وارتباط کے قائل ہیں اور جب تک صحابہ کا مسئلہ حل نہ ہو حدیث غدیر کے سمجھنے سے عاجز ہیں، .لیکن اگر حدیث غدیر سے پہلے آیۂ تطہیر اور حدیث ثقلین کو

....

(۱) البتہ یہ قول کہ دور حاضر میں حدیث غدیر کے متعلق گفتگو کا کوئی ثمرہ نہیں، پوری طرح سے یہ نظریہ مردود ہے. جس کی طرف اہل سنت اور متاثر شیعہ نے اشارہ کیا ہے اور ہم نے کتاب "بازخوانی اندیشه تقریب" میں اس کا جواب دیا ہے. (اسکندری، مترجم فارسی)

بیان کیا جائے، تو وہابی فکر، حدیث غدیر، آیۂ ولایت اور صحابہ کے بارے میں غور و خوض کے لئے آمادہ ہوسکتی ہے۔

صحابہ کے لئے اہل سنت اور غالیوں کا رویہ افراط وتفریط کا شکار ہیں، ایسا نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہوں اور یہ بھی نہیں کہ کوئی بھی ان میں سے عادل نہ ہو، بلکہ صرف شیعہ ہی صحابہ کے متعلق معتدل نظریہ رکھتے ہیں۔

تیسری خصوصیت

غیبت امام زمانہ علیہ السلام پر ایمان رکھنا شیعوں کی ایک ایسی خصوصیت ہے کہ جو انھیں دیگر مذاہب سے ممتاز کرتی ہے، انقطاع وحی اور نبوت کے اختتام کے بعد یہ وہی صاحب غیبت ہیں کہ جن کے توسط زمین و آسمان میں رابطہ قائم ہے۔

ہماری تلاش وکوشش ہے کہ اس حیات بخش عقیدہ کو ایک نئی شکل میں وہابیوں کے لئے پیش کریں تا کہ وہ اس کے عناوین واصطلاحات کو رد نہ کریں. غیبت امامؑ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کے بارے میں رسول اکرمؐ نے غیبت سے ۲۵۰ سال پہلے خبر دی اور اسی وقت بے شمار مسلمان اس خبر پر ایمان لائے اور غیبت کے متعلق بے شمار احادیث جمع ہوئیں. یہاں تک کہ ان میں سے بعض احادیث کو بطور خاص جمع کیا گیا اس طرح ۲۵۰ سال بعد پیغمبرؐ کی پیشین گوئی محقق ہوئی اور لوگوں نے اس حقیقت کو نزدیک سے لمس کیا۔

ہم نے کتاب ''رحلتی من الوهابیه'' کی آخری فصل میں ان احادیث کو

بیان کیا ہے. جیسا کہ قارئین محترم جانتے ہیں غیبت امامؑ کے مباحث اصل امامت کے ثبوت پر موقوف ہیں، کیونکہ امامت اصل ہے اور غیبت فرع اور غیبت کا مرحلہ حدیث ثقلین کے بعد ہے، کیونکہ حدیث ثقلین امامت سے مربوط ہے اور جب یہ دو مسائل حل ہو جائیں تو پھر غیبت کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال اس منطقی ترتیب کا لحاظ ضروری ہے تا کہ وہابی مطالب کو بہتر سمجھ سکیں. ہم نے گذشتہ صفحات میں اشارہ کیا، کہ یہ کتاب، ہماری مفصل کتاب (رحلتی من الوهابيه الى الاثنى عشريه) کے لئے مقدمہ ہے. لہٰذا اس کتاب کے تین مرحلوں میں ہم نے اصل اور کلیدی مباحث کو ذکر کیا ہے جن پر تفصیلی تحقیق کتاب ''رحلتی من الوهابيه الى الاثنى عشريه'' میں ذکر ہے تا کہ مذکورہ کتاب کے تمام مطالب واضح ہو جائیں۔

آخرین سخن

مستقبل شیعوں کے لئے

اگر ہم مذہب تشیع کو جذاب شکل میں پیش کریں تو چہ بسا وہ لوگ جنھوں نے اس مذہب پر ستم کیا ہے شیعہ ہو جائیں، کیونکہ اس مذہب اوراس کے حقائق و خصوصیات کوانھوں نے درک نہیں کیا جس کے نتیجہ میں اس مذہب سے مخالفت کرتے ہیں اوراس پر بے شمار تہمتیں لگا کر برائت کا اعلان کرتے ہیں. اوراس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اگر وہابی امامیہ حقائق کو بخوبی سمجھ لیں تو وہابیت سے دستبردار ہوکر شیعہ مبلغ بن جائیں. وہابی متحیر ہیں کہ کس طرح شیعیت بے شمار دشمنوں کے ہوتے ہوئے (جن کا مقصد ہی شیعیت کی نابودی ہے) دنیا کے تمام گوشوں میں نفوذ پیدا کر رہی ہے؟ اس ترقی کا راز مذہب امامیہ کے محکم و مضبوط افکار اور اسلامی حقائق کے سمجھنے میں ان کا معتدل رویہ ہے. وہابی یہ جانتے ہیں کہ مذہب امامیہ نے اپنے محکم افکار کے ذریعہ سینکڑوں سنیوں اور وہابیوں کو اپنی طرف جذب کیا ہے. اور کل تک جو شیعوں کے سرسخت دشمن تھے وہ آج اسی مذہب کا دفاع کرنے والے بن چکے ہیں۔

بہت کم مناطق (عربی یا غیر عربی) ایسے ہیں کہ جہاں شیعوں کا نفوذ نہ ہو

اور وہابی یہ بھی جانتے ہیں کہ عنقریب دنیا کے اکثر مسلمان شیعہ ہو جائیں گے، کیونکہ شیعوں نے وہاں وہاں نفوذ پیدا کیا ہے جہاں جہاں انھیں امید بھی نہ تھی. لہٰذا انھیں یقین ہے کہ مستقبل شیعوں کے ہاتھ میں ہوگا۔

دور حاضر کے وہابی مصنف علی سالوس لکھتے ہیں:

دور حاضر میں مذہب امامیہ اسلام کا سب سے بڑا فرقہ ہے[۱] یہ وہ شخص ہے کہ جسے شیعیت سے سخت دشمنی تھی اور ہے۔

اگر ہم شیعیت کو بہترین شکل میں پیش کریں تو یہ بات یقینی ہے کہ گزر زمان کے ساتھ ساتھ وہابی شیعہ ہوں گے اور مستقبل شیعوں کے ہاتھ میں ہوگا۔

ایک اور وہابی مصنف شیخ ربیع بن محمد سعودی لکھتے ہیں:

مصر سے چار یا پانچ سال کی دوری کے بعد جب میں قاہرہ پہنچا تو وہاں ایک نئی فکر کو محسوس کیا اور تعجب کی بات یہ تھی، کہ وہ افراد جو ہم میں سے تھے آج اس نئی فکر کے پیرو ہیں. مشہور مصری علماء کے فرزند اور ہمارے ہم کلاس طلبہ جن کے متعلق ہم حسن ظن رکھتے تھے، سب کے سب آج اس نئی فکر (تشیع) کے پیرو ہیں[۲] اور میں نے بھی اسی قسم کے افراد کے لئے یہ کتاب لکھی تا کہ وہ جان لیں کہ شیعہ اور وہابی کے درمیان منطقی گفتگو محال نہیں۔

....

(۱) الشیعه الاثنی عشریه فی الاصول و الفروع، ج ۱، ص ۲۱.

(۲) مقدمه کتاب الشیعة الامامیة فی میزان الاسلام.

حتی معروف ومتعصب وہابی مصنف ڈاکٹر ناصر قفاری لکھتے ہیں:

بے شمار لوگ شیعہ ہو چکے ہیں. اور جو بھی کتاب ''عنوان المجد فی تاریخ البصرة و النجد'' کا مطالعہ کرے تو متحیر ہوگا کہ کس قدر قبایل شیعہ ہو چکے ہیں۔[1]

اور پھر وہ شیعہ کو ایک بڑا عظیم فرقہ قرار دیتے ہیں جس قدر وہابی کتب کا مطالعہ کیا جائے اتنا ہی یقین ہوتا جائے گا کہ مستقبل شیعوں کے ہاتھ میں ہے. اور یہ بات واضح ہے کہ اس مذہب نے سنی اور وہابیوں کے درمیان قابل توجہ ترقی کی ہے۔

مدینہ کی اسلامی یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کے استاد شیخ عبد اللہ عثمان اپنی کتاب، جو ابن تیمیہ کی ''کتاب منهاج السنه'' کا خلاصہ ہے، میں لکھتے ہیں:

تشیع نے تمام اسلامی مناطق کو فتح کرلیا ہے. خود یہ لوگ جانتے ہیں کہ عنقریب یہ شیعہ ہیں کہ جو وہابیوں کو اپنی طرف مائل کرلیں گے۔

ایک اور وہابی مصنف محمد بن عبد الرحمٰن مغراوی ہیں یوں بشارت دیتے ہیں: میں مغرب کے جوانوں میں تشیع کے نفوذ سے خوفزدہ ہوں۔[2]

مجدی محمد علی محمد لکھتے ہیں:

ایک سنی جوان جو شک وتردید کے طوفان میں مبتلا تھا نے مجھے دیکھا اس کے تحیر کا سبب اس کی شیعی افکار سے آگاہی تھی۔[3]

....

(۱) مقدمه کتاب (اصول مذهب الشيعة الامامية الاثنىٰ عشرية)

(۲) من سب الصحابة و معاوية فامّه هاويه، ص ٤ (۳) انتصار الحق، ص ١٤۔ ١١.

اور اس طرح کی سینکڑوں عبارتیں موجود ہیں. لہٰذا ضروری ہے کہ ہم مذہب امامیہ کو منطقی اور صحیح انداز میں پیش کر کے وہابیوں میں نفوذ پیدا کریں اور شیعیت کے حقائق اور خصوصیات کو صحیح طور پر بیان کریں اور مہم نکتہ یہ ہے کہ وہابیوں سے گفتگو کا آغاز شبہات کا جواب دینے کے بجائے حدیث ثقلین سے ہو، گرچہ ان شبہات کا جواب دینے سے پہلے ایک وہابی کو قانع کرنا ایک طاقت فرسا کام ہے. لیکن خدا اپنے دین کی مدد کرتا ہے اور اسے تمام ادیان پر برتری عطا فرماتا ہے: (وہ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب بنائے)[۱] اور حقیقت بھی یہی ہے۔

یمن کا سنی معاشرہ ڈاکٹر عصام العماد کو شہر صنعا کی مسجد میں امام جماعت اور ایک مدرس کی حیثیت سے جانتا تھا یہ وہی طالب علم تھے کہ جنھوں نے قاضی سلامہ، محمد بن اسماعیل عمرانی، اور ڈاکٹر عبدالوہاب دیلمی جیسے بزرگ علماء کے سامنے زانوے ادب تہہ کئے. اور علم حدیث حاصل کرنے کے لئے ابن سعود یونیورسٹی ریاض میں داخلہ لیا اور مختصر سے عرصہ میں ابن باز (جو سعودی عرب کے عظیم مفتی ہیں) کے یہاں حاضر ہونے کی اجازت حاصل ہوئی جس کے بعد آپ نے افراط و تفریط کے ساتھ شیعیت کے مقابل موضع گیری کی اور آپ کا شمار سخت ترین دشمنوں میں ہونے لگا...

....

(۱) سورۂ صف، آیت ۹.

لیکن کسے معلوم تھا کہ وہی شخص ایک دن ہزاروں لوگوں کو شیعیت کی طرف جذب کرے گا اور عثمان الخمیس جیسے متعصب وہابی کے ساتھ مناظرہ انجام دے گا۔

بے شک خدا جو چاہے وہی ہوتا ہے۔

مجمع جهانی اهل بیت علیهم السلام
www.ahl-ul-bayt.org
ISBN 964-529-047-3
9 789645 290472